

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فیضانِ محبّت

عارف اللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم
محمد اختر صاحب برکات برکاتہم

بچوں کا



کوشل اقبال مرکزی ۳۷
پوسٹ ۷۵۳۰۰۱
فون: ۳۶۸۱۱۲

کنڈ خانہ مظہری



فیض صحبت ابراہیم در محبت سے
ہے اُمیدِ صحبت و ستوں کی شاعری سے



پہ فیض صحبتِ ابراہیم در در محبت سے
برا امید نصیحت و توبہ کی اشاعت سے

فُضَاک مُحَبَّت

مجموعہ کلام

عارف بائند حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دست برکات ہم

خلیفہ و مجاز

محی السنہ اقدیس مولانا شاہ ابراہیم صاحب دامت برکاتہم



ناشر

کتابخانہ مظہری

گلشن اقبال ۲، کراچی ۷۴۰۰۔ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰، فون ۳۶۸۱۱۲



نام کتاب _____ فیضانِ محبت

کلام _____ عارفانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دست برکاتہم

جامع، مرتب _____ حضرت سید عشرت مہل صاحب

خطاطی، _____ محمد علی زاہد

ترتیبین _____ خواجہ بابا افضل

ناشر _____ مکتبہ خانہ نظری

پرنٹر _____ فرحان رضا پرنٹرز

اشاعت دوم _____ برہادی الاول سنہ ۱۴۲۴ھ

جولائی 2002 _____

تعداد _____ ایک ہزار

ہدیہ _____ روپے

محمدان اشاعت

خلیفہ محبباز،
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا
شاہ حکیم محمد اختر صاحب دست برکاتہم

ڈاکٹر
عبدالقیوم

رہائش: 32 راجپوت چوک نیراواں، منامہ، لاہور۔ فون: 042-6861584-6551774

Mobile: 0300-9489624

E-mail: drmuqueem@yahoo.com



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ان من الشعر حكمة

(بخاری شریف، باب الادب)

ترجمہ

بے شک بعض شعر حکمت آمیز ہوتے ہیں
(جو لوگوں کے لیے نافع ہوتے ہیں)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حکیم محمد اختر
محمد اختر

FAZMI MUHAMMAD AKHTER
MIRANSHAPUR
MIRANSHAPUR
MIRANSHAPUR
MIRANSHAPUR
MIRANSHAPUR

محمد اختر
محمد اختر
محمد اختر
محمد اختر
محمد اختر
محمد اختر

افتتاحیہ

۱۲ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ

۱۔ اصلاح درد دل ہی ہے میرے بیان کے ساتھ
جیسے کہ میرا دل ہی ہے میری زبان کے ساتھ

احقر کا مجموعہ کلام بعنوان "فیضانِ محبت" آخر

جس کے تقریباً نوے فیصد شمار میری زندگی کے

۶۶ سال کے بعد اچانک قلبی آہ و فغاں کے ساتھ

زبانِ ترجمان درد دل سے نمودار ہوئے۔ اور بعض

راتوں میں بہت آہستہ آہستہ کھل گئی اور نیند ناپید ہو گئی

اور بغیر محنت و کاوشِ دماغی محض لطائفِ رحمتِ حق

قرآنی شان سے یہ شمار موزوں ہو گئے جو درحقیقت

اس مضمون کے حقیقی ترجمان ہیں

۲۔ دیکھتے ہیں اپنے ضعف کو اور قصور بندگی

آہ و فغاں کا آسرا الہی ہے جانِ ناناہالی

را تم الوہی احقر حکیم محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست

- ۱۷ گذارش _____
- ۱۸ قارئین کتاب سے گذارش _____
- _____ افستاجیہ
- ۱۹ عرض مرتب _____
- ۲۲ انتاب _____
- _____ حمدِ باری تعالیٰ شندلہ
- ۲۳ یہ زمیں جیسے ہے آسماں میں _____
- ۲۴ آپ کو پاکیا اپنی جاں میں _____
- ۲۵ ترے در پر ترا بسندہ بامید کرم آیا _____
- ۲۶ اے مرے خالق حیات _____
- _____ مناجات بہ درگاہِ قاضی (فی حاجت) جل جلالہ
- ۲۷ کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پہ سر اپنا _____
- ۲۸ تجھے مشکل ہے کیا غم کو مرے زیرِ وزر کرنا _____
- ۲۹ ہمارے درد کو یارب تو دردِ معتبر کرے _____
- ۳۱ دُم _____
- ۳۲ یارب کرم سے اپنے تو دونوں جہان دے _____
- ۳۳ توحیدِ سنت - کمالِ بندگی _____



۳۴ _____ دُعب

نذر انہر عقیدت و راز گاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

۳۵ _____ یہ صبح مدینہ یہ شام مدینہ

۳۶ _____ رنگ لائیں گی کب میری آپس

۳۷ _____ آپ کا ذکر ہے دو جہاں میں

۳۸ _____ کیا اثر تھا رسالت کی شاں میں

۳۹ _____ سوئے طیبہ چلے جب نبی کے قدم

۴۰ _____ ہائے پنچوں گا کب مدینے میں

۴۱ _____ فیضان مدینہ ہے یہ فیضان مدینہ

۴۲ _____ یہ آہ سحر کا اثر دیکھتے ہیں

۴۳ _____ گلستان طیبہ سے مسرور ہوں گا

۴۴ _____ دیار مدینہ

۴۵ _____ بخوار محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں رہتے ہیں ہم

۴۶ _____ فدا تجھ پر اے ناک شہر مدینہ

۴۷ _____ یا جبال الحرم یا جبال الحرم

۴۸ _____ لذت ذکر نام خدا ہے چمن

۴۹ _____ کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

۵۰ _____ منقبت صہبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

منقبت صہبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

_____ منقبت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

۵۱ _____ منقبت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم



دَرَفَاحِ شَرِيحِ

۵۳ بیاد حضرت شیخ چھو لپوری رحمۃ اللہ علیہ

۵۴ سفر بنگلہ دیش مدح محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب امت برکات ختم

۵۵ درد محبت پر ایک شعر

۵۶ فیضان شیخ

کلامِ محبت و معرفت

۵۷ سامنے جلوے ہیں ان کے کو پہ کو

۵۸ ہائے لمحات غفلت دل کے

۵۹ پھول مڑجھا گئے ذرا بھل کے

۶۰ یہ سستی درد دل کی اشرف مینا تے عالم ہے

۶۱ عروج بسندگی

۶۲ سبق دیتی ہے ہر دم اہل دل کی داستاں مجھ کو

۶۳ موت کا کارنامہ - زندگی کا پہلا شعر

۶۴ دل پر آرزو رکھتے ہوتے بے آرزو رہنا

۶۵ آہ صحرا ہو مبارک ترے دیوانوں کو

۶۶ مائل غم زندگی دیکراں کرتے ہیں ہم

۶۷ جمع ضدین خوشی و غم

۶۸ اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھنے

۶۹ جی اٹھو گے تم اگر سہل ہوتے





- ۷۰ ————— نہیں آتے نظر لکین پر پرواز آہوں کے
- ۷۱ ————— پریشانی حُسن و شادانی دیوانہ حق
- ۷۲ ————— مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے
- ۷۴ ————— قرب کیا جانے جو دیدہ اشک باریدہ نہیں
- ۷۶ ————— میرے طوفانوں میں بھی ساحل رہے
- ۷۷ ————— حقیقت خانقاہ پر ایک شعر
- ۷۸ ————— دل نہ وقف عنم مجاز کرو
- ۷۹ ————— کیا اثر ہے تری داستاں میں
- ۸۰ ————— عالم خاک ہے آسماں میں
- ۸۱ ————— انقلاب زندگی
- ۸۲ ————— فدا ان پر کرو لمحراب جاں کو
- ۸۳ ————— کبھی ہے رابطہ آہ سحر سے
- ۸۴ ————— میں پوچھوں گا شہیدوں کے لہوسے
- ۸۵ ————— نئے جام و مسینا عطا ہو رہے ہیں
- ۸۶ ————— مجھ کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا
- ۸۷ ————— آتش عنم کی ترجمانی ہے
- ۸۸ ————— پاکستی جان سلطان جاں کو
- ۸۹ ————— نکھرتا ہے کہیں رنگ گلستاں باغبانی سے
- ۹۰ ————— رضائے حق میں اپنی آرزو ہر وقت فانی ہو
- ۹۱ ————— محرم بازاری عشق

- ۹۲ ————— چمن میں ہوں مگر آہ بیابانی نہیں جاتی
- ۹۳ ————— کبھی مخلص کی ضایع کوئی قربانی نہیں جاتی
- ۹۴ ————— لباس فقر میں بھی شانِ سلطانی نہیں جاتی
- ۹۵ ————— مجاز۔ ایک سراب
- ۹۶ ————— کبھی کے در پہ تو یارب یہ پیشانی نہیں جاتی
- ۹۸ ————— مجھ کو جینے کا سہارا چاہئے
- ۹۹ ————— گریہ بے کار
- ۱۰۰ ————— نعرہ مستانہ مارا چاہئے
- ۱۰۱ ————— جان دے دی میں نے ان کے نام پر
- ۱۰۲ ————— تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دُعا سے
- ۱۰۳ ————— تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم
- ۱۰۴ ————— اپنے مالک کو راضی کریں خوب ہم
- ۱۰۵ ————— دستگیری حق
- ۱۰۶ ————— عشق جب بے زبان ہوتا ہے
- ۱۰۷ ————— درد، دل کا امام ہوتا ہے
- ۱۰۸ ————— گر خدا چاہے تو پہلے عاشق ابرار ہو
- ۱۰۹ ————— فیض شیخِ کامل
- ۱۱۰ ————— رحمت کا ترمی سر پہ مرے آبشار ہو
- ۱۱۱ ————— زندگی کے دورخ
- ۱۱۲ ————— جامِ وِ سینا کی ہے فراوانی





- ۱۱۴ ————— میں نے غم بھی بہت اٹھائے ہیں
- ۱۱۵ ————— اڑ گیا رنگِ حُسنِ منیٰ کا
- ۱۱۶ ————— ہے عجم اس کا پھر مدینے میں
- ۱۱۷ ————— میر مرزا نہ حُسنِ منیٰ پر
- ۱۱۸ ————— خاک پر سوزِ آسماں مل گئی
- ۱۱۹ ————— آہ و نالوں سے مٹ گئے نظلمات
- ۱۲۰ ————— وہی لمحہ بسا زندگی ہے
- ۱۲۱ ————— رشک کرتا ہے زمیں پر آسماں
- ۱۲۲ ————— تم نے دکھی برکتِ آہ و فغاں
- ۱۲۳ ————— صحبتے با اہل دل با عاشقان
- ۱۲۴ ————— حسرتیں دل کی ہیں دل میں مہیاں
- ۱۲۵ ————— چشم تر نعرۂ حُلو چاک گریباں پایا
- ۱۲۶ ————— دعوتِ حق کے واسطے مٹل دوستانِ ملی
- ۱۲۷ ————— اثر ظاہر ہوا آہِ سحر کا
- ۱۲۸ ————— نہ کر تو ہیں تو تاثیر آہِ بے زبانی کی
- ۱۲۹ ————— خوب گذریں گے تیرے لیل و نہار
- ۱۳۰ ————— مستام مومن
- ۱۳۱ ————— میر رکھا ہے کیا نظر ازل میں
- ۱۳۲ ————— لب دریا ہے کوہ کا دامن
- ۱۳۳ ————— انجامِ عشقِ مجازی عشقِ حقیقی
- ۱۳۴ —————
- ۱۳۵ —————

- ۱۳۶ ————— مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں
- ۱۳۸ ————— زمیں کو کام ہے کچھ آسماں سے
- ۱۲۹ ————— کیا ہے ربط اپنے آسماں سے
- ۱۳۰ ————— نہیں کچھ فائدہ اس گلستاں سے
- ۱۳۱ ————— زمیں میری ہو جیسے آسماں میں
- ۱۳۲ ————— ذرا دیکھو تو فیض نمانت ہی
- ۱۳۳ ————— دشت کو خواب گاہ کرتا ہوں
- ۱۳۴ ————— پھرتا ہوں دل میں دردِ محبت لیے ہوئے
- ۱۳۵ ————— انعامِ خونِ آرزو
- ۱۳۶ ————— پھرتا ہوں دل میں دردِ بھرا دل لیے ہوئے
- ۱۳۷ ————— نفس کے بندے
- ۱۳۸ ————— آہ و فغاں کا اسرائیلیتی ہے جانِ ناتواں
- ۱۳۹ ————— تدفینِ عشق
- ۱۵۰ ————— مری آہِ دل کے یہی ہیں منازل
- ۱۵۱ ————— انفاسِ زندگی کے جو اُن پر مندا ہوئے
- ۱۵۲ ————— ذرہ درد و غم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں
- ۱۵۳ ————— عشقِ کافرن
- ۱۵۴ ————— وسعتِ قلبِ عاشقاں ارض و سما سے کم نہیں
- ۱۵۵ ————— محبت کا جنازہ
- ۱۵۶ ————— قبروں میں جا کے دیکھ تو نقشِ بہانِ آب و گل



- ۱۵۷ ————— انجمنِ حُسنِ منانی
- ۱۵۸ ————— عمر بھر حاصل درد پنہاں رہے
- ۱۵۹ ————— بے شب اتی حسن محباز
- ۱۶۰ ————— غنچہ تسلیم کا شگفتہ ہے
- ۱۶۱ ————— حقیقت حُسن محباز
- ۱۶۲ ————— غنچے گل خنداں ہیں چمن پر ہے کیا نکھار
- ۱۶۳ ————— فریب حُسنِ عارضی
- ۱۶۴ ————— تعلیمِ احست راز از عشقِ محباز
- ۱۶۵ ————— فرار یاران حُسن
- ۱۶۶ ————— صراحی جب ہوئی عالی مزاج ساغراں بدلا
- ۱۶۷ ————— آثار نسبت مع اللہ
- ۱۶۸ ————— سر کو پیمان ہے کچھ صبا سے
- ۱۶۹ ————— اسباب گناہ سے دُوری
- ۱۷۰ ————— نظر مت کر حسینانِ جہاں پر
- ۱۷۱ ————— انعامِ تسلیم و رضا
- ۱۷۲ ————— خاک سمجھا تھا جسے لعل بدخشاں بکھلا
- ۱۷۳ ————— دل شیکستہ اور آشمار تجلیات
- ۱۷۴ ————— رب مہرباں نہیں تو کوئی مہرباں نہیں
- ۱۷۵ ————— آہ تنہائی
- ۱۷۶ ————— کیسے معلوم ہو مومن کا مسلمان ہونا



- ۱۷۸ ————— کہاں ملتا ہے فرزانوں میں دردِ عشق پہنائی
- ۱۷۹ ————— علاجِ ذوقِ حُسن
- ۱۸۰ ————— ہوں اپنے دل میں دفن کچھ ارماں کیسے ہوتے
- ۱۸۲ ————— نکستی بجنور میں جب پھنسے نعرہ کائے یا تُدا
- ۱۸۳ ————— چند دن خونِ تمنا سے خُدا مل جائے ہے
- ۱۸۴ ————— مری موجِ غم بے سہارا نہیں ہے
- ۱۸۵ ————— جو ساکت کیشِ مرشد دوستوں کی نہیں ہوتا
- ۱۸۶ ————— مجھے تو قرب کا عالم دیا ہے آہِ صحرا نے
- ۱۸۸ ————— سمجھنا مت تغافل کیش ان لب ہائے خنداں کو
- ۱۸۹ ————— جامِ قرب
- ۱۹۰ ————— زندگی نعمت ہے گر مالک پہ قرباں ہو گئی
- ۱۹۱ ————— بہارِ چند روزہ و بہارِ غمِ عرفانی
- ۱۹۲ ————— ایک دن خاکِ منتش نذرِ مدفن ہو گئی
- ۱۹۳ ————— قلبِ مضطر
- ۱۹۴ ————— سکونِ دل
- ۱۹۵ ————— شامِ ہمدرد میں بعض اہل دین کی تصاویر دیکھ کر
- ۱۹۶ ————— وہ شورِ عندلیب نہ تھا باغبان نہ تھا
- ۱۹۷ ————— مولانا ظہرمیاں سے خطاب
- ۱۹۸ ————— نقلِ حالاتِ خاصہ بحالتِ غلبہٴ تجلیاتِ مقربات
- ۲۰۰ ————— تذکرہٴ مہیر



- ۲۰۱ ————— رازِ شگفتگی رُوح
- ۲۰۲ ————— در یادِ ڈربن (افریقتہ)
- ۲۰۳ ————— فریبِ محباز
- ۲۰۴ ————— زندگی میری پابندِ سنتِ رس ہے
- ۲۰۵ ————— عنایاتِ شیخِ بردلِ غمزدہ ساکب
- ۲۰۶ ————— تلخیِ شامِ غمِ جہراں سے گھبراتا ہے دل
- ۲۰۷ ————— ذکرِ یارانِ بگلدیش
- ۲۰۸ ————— وہ کون سا ہے وقت کہ تم پر فدا نہیں
- ۲۱۰ ————— آہِ جو دلِ ترے غم کا عامل نہیں
- ۲۱۱ ————— پھول ان کے سدا بہار نہیں
- ۲۱۲ ————— غیرِ مانی بہار دیتا ہے
- ۲۱۳ ————— بہارِ عشقِ حقیقی
- ۲۱۴ ————— شانِ گلِ ننگِ خار ہوتی ہے
- ۲۱۵ ————— سنو طرزِ منبرِ یادِ آہ و فغاں میں
- ۲۱۶ ————— جبینِ عشقِ رشکِ آسماں ہے
- ۲۱۸ ————— فلک پر ہیں ستارے تجھ پہ نازاں
- ۲۱۹ ————— نہ بانے کتنے خورشیدِ و قمر کا نور تھا شامل
- ۲۲۰ ————— جس دل میں ہے تجلی مولائے کائنات
- ۲۲۱ ————— اشکِ ندامت اور آہِ مضطر
- ۲۲۲ ————— جب عشق بولنے لگا اشکِ رواں کے ساتھ



- ۲۲۳ ————— بے سُر و سامانی عشق
- ۲۲۴ ————— گردش میں کوئی خاک بھی ہے آسماں کے ساتھ
- ۲۲۵ ————— ہر لمحہ حیات ہے سلطان جاں کے ساتھ
- ۲۲۶ ————— اب ہو گئے ہیں وقف کسی آستماں کے ساتھ
- ۲۲۷ ————— دیوانہ زنجیر شریعت
- ۲۲۸ ————— لیکن بہار قلب ہے یاد خدا کے ساتھ
- ۲۲۹ ————— زخم حسرت کی بدولت محرم منزل ہوا
- ۲۳۰ ————— دُھواں اٹھائین سے یہ کہہ صیبا و ظالم سے
- ۲۳۱ ————— خدا کے حکم پر اپنا سر تسلیم خم کر دو
- ۲۳۲ ————— وہ خالی جس زمیں پر آیا بن کر آسماں آیا
- ۲۳۳ ————— ظلمتِ معصیت اور انوارِ طاعت
- ۲۳۴ ————— زندگی کر دو خدا مالک کے نام
- ۲۳۵ ————— جو بندہ ترا تا بلج فرمان رہے گا
- ۲۳۶ ————— وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے
- ۲۳۷ ————— ذلت و خواری عاشقِ محباز
- ۲۳۸ ————— عشقِ محبازی کا علاج
- ۲۳۹ ————— مرقعِ عبرت
- ۲۴۰ ————— معراجِ عشق
- ۲۴۱ ————— نصیحت برائے عاشقینِ محباز
- ۲۴۲ ————— خون کا سمندر



- ۲۴۸ ————— مری چشم ترخون برسا رہی ہے
- ۲۴۹ ————— علاج تکبیر
- ۲۵۰ ————— پھر نعرہ مستانہ ہاں اے دل دیوانہ
- ۲۵۱ ————— فیضِ صحبت ابرار یہ دردِ محبت ہے
- ۲۵۲ ————— ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا
- ۲۵۳ ————— عارضی حُسنِ عارض
- ۲۵۴ ————— اشاعتِ میرے شعروں کی بامید نصیحت ہے
- ۲۵۶ ————— ضمانتِ منفرت کی دو توتو اشکِ ندامت ہے
- ۲۵۷ ————— ندامتِ عاشقتانِ مجاز
- ۲۵۸ ————— اسی کی روح میں ہوتا ہے دردِ پنہانی
- ۲۵۹ ————— نفسِ دشمن ہے دشمن کو ناشاد کر
- ۲۶۰ ————— رفتِ رکا گفتِ رکا کردار کا عالم
- ۲۶۱ ————— جلسہٴ قربِ محبت
- ۲۶۲ ————— وہی پاتا ہے منزل ساتھ جو رہبر کے رہتا ہے
- ۲۶۳ ————— دل کا مصرفِ حقیقی
- ۲۶۴ ————— ہر اک ذرہ کو رہنما دیکھتا ہوں
- ۲۶۵ ————— رشکِ جنت ہے تری خوشنودگی
- ۲۶۶ ————— مرشد سے درخواستِ دعا
- ۲۶۷ ————— اے خدا مجھ کو آنسو کا دریا بھی دے
- ۲۶۸ ————— تب وہ مجھے مری بے کلی کو



- ۲۶۹ ————— سکون دل در مجلس اہل دل
- ۲۷۰ ————— اے مری آہ بے نوا تو نے کمال کر دیا
- ۲۷۱ ————— اے ہماری کائنات دل کے خورشید و قمر
- ۲۷۲ ————— تلاش دیوانہ حق
- ۲۷۵ ————— حفاظت نظر
- ۲۷۶ ————— انسانیت کا اپنی وہ پرچم جلا گئے
- ۲۷۷ ————— ایک دن پوچھے گا مالک ہاں بت کیا کیا کیا
- ۲۷۸ ————— اے چشم اشک بار ترا ہے عجب بیاں
- ۲۷۹ ————— بھاگ رب کی گلی
- ۲۸۰ ————— زخمِ کفّت سے جو قلب گھا مل نہیں
- ۲۸۱ ————— بتا تو قبر میں کیا ساتھ لے جاتے گا اے ناداں
- ۲۸۲ ————— زوالِ حُسنِ محباز
- ۲۸۳ ————— جس نے سرِ بنخشا ہے اس سے سرکشی زیبا نہیں
- ۲۸۴ ————— رہِ عشق میں عقل کا نٹا ہے کا نٹا
- ۲۸۵ ————— میرا کوئی نہیں آہ تیرے سوا
- ۲۸۶ ————— دل تباہ میں فرماں روائے عالم ہے
- ۲۸۷ ————— عشق کو حاجت بیان نہیں
- ۲۸۸ ————— نہیں مخصوص ہے اس کی تجلی طورِ سینا سے



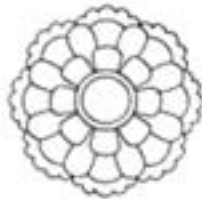


تم اصلاح کی اس میں کوشش نہ کرنا

یہ ہے داستان درد دل کی ہماری

مری شاعری بس مراد دل ہے

لُغت پائے گی اے کیا ہماری

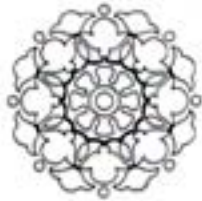


قاریں کتاب سے گزارش

سب اہل دل سخن گوئی کو میری مروج شاعری سے دُور سمجھیں
جو اچھایا بُرائی میں نے کہا ہے تقاضائے دل مجبور سمجھیں
اگر ہو لغزشِ حسامہ تو مجھ کو خمارِ عشق سے مخمور سمجھیں
بے ترتیبی اگر پائیں تو اس کو نظامِ عشق کا دستور سمجھیں
خطا الفاظ و معنی کی رملے تو لسانِ عشق کو معذور سمجھیں

نہ چھپتے حسرتِ نایافت لیکن
خدا کو تھا یہی منظور سمجھیں

فوز: ہمارے محترم دوست جناب نثار صاحب کے یہ اشعار چونکہ میرے محبوبہ کلام کے لیے بھی ضروری
ہیں اس لیے فیضانِ محبت کے شروع میں ان کو نقل کیا جا رہا ہے۔ حکیم محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ



عرضِ مختار

مرشدی مولانا حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب طہمت برکاتہم
 کا مجموعہ کلام ”فیضانِ محبت“ الحمد للہ تعالیٰ منصفہ شہود پر آگیا ہے۔
 حضرت والا کا کلام نہ گل و بلبل کے قصے ہیں نہ شراب و معشوقانِ فانی
 کی لہر داستانیوں، بلکہ حُسنِ فانی و عشقِ مجازی و بد نظری کے خلاف اعلانِ جہاد
 ہے کیوں کہ اس دورِ عربی و فحاشی میں اللہ تعالیٰ کے راستہ کا سب سے
 بڑا حجاب اور سب سے بڑا اہلِ باطل یہی حُسنِ فانی ہے جس میں عوام کا تو ذکر
 ہی کیا بہت سے سالکانِ طریق اس سے کما حقہ اجتناب و احتیاط نہ کرنے
 کے سبب باوجود ذکر و اشغال کے منزلِ قربِ حق اور نسبتِ خاصہ سے محروم
 ہیں بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ مثلاً بدنگاہی اور حُسنِ فانی سے
 لذت کشی کو گناہ بھی نہیں سمجھتے۔ اس رُومانی کینسر کے معالجہ کے لیے
 اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو خاص توفیق بخشی ہے کہ حضرت کی مجلس ہو
 یا وعظ یا اشعار اس مرض کے مہلکت پر تینیدہ اور اس کے معالجات
 و نشینِ عنوانات و لطیف تعبیرات سے فرماتے ہیں کہ عشقِ مجازی کی دلدل
 میں غرق ہزاروں مریض شفا پا چکے ہیں فالحمد للہ تعالیٰ۔ اکابر علماء بھی اس
 کے معترف ہیں کہ اس مضمونِ خاص میں حضرت والا مویذ من اللہ ہیں بلکہ بہت
 سے بڑے علماء کی رائے ہے کہ ان مضامین سے عوام و خواص کو بے حد
 فائدہ ہو رہا ہے۔

حضرت والا کے اشعار میں حُسنِ فانی کی ناپائیداری و لہریت اور اس پر
 تمنائے جاں نثاری کے حماقت ہونے اور اس سے کنارہ کش ہو کر واصل
 باللہ ہونے کے عنوانات و تعبیرات و ترفیبات کا حیرت انگیز انہار ہوتا ہے



جس کی مثال احقر کے گمان میں پوری دُنیا سے شاعری پیش کرنے سے قاصر ہے کیونکہ دُنیاوی شعراء تو ان مضامین کو سوچ بھی نہیں سکتے کہ ان کی ہر واہ تخیل تو حسن کے ظاہری نقش و نگار تک محدود ہے جب کہ حضرت والا کا کلام ان نقش و نگار کا پرسٹ مارم کر کے اس کی گندگی و ذہانت و فنائیت کو ظاہر کر دیتا ہے۔ غیر اللہ کی نفی کر کے حضرت والا اپنے قلب کی آتش عشق اور درد دل کے کیفیت و مستی سے طالب کے دل کو حق تعالیٰ شانہ کے لیے بے قرار کر دیتے ہیں۔ حضرت والا کے اشعار کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بڑھنے اور حضرت والا کے درد دل کا عکاس ہے اور اپنے درد محبت کی جو عظیم دولت حق تعالیٰ نے حضرت والا کے قلب کو عطا فرمائی ہے اس کی کچھ نشان دہی حضرت والا کے کلام میں ہو جاتی ہے۔

قلوب کو مجاز سے حقیقت کی طرف منتقل کرنا کوئی آسان کام نہیں بلکہ انتہائی مشکل ہے جس کے لیے حضرت والا عشق مجازی کے ظاہری الفاظ کے آہنیچے ہتھمال کر کے ان میں آتش عشق حقیقی بھر دیتے ہیں اور انداز نہایت لہذا و لہنشین و لطیف ہے جس کی ایک مثال پیش ہے کیونکہ یہ موقع کلام طویل کا نہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

نہ وہ سوز ہے نہ وہ ساز ہے یہ مجھ فریب مجاز ہے
سر نازِ سخن بھی نم ہوا نہ اب عشقِ وقف نیاز ہے
گیا سخن یوں بت ناز کا کہ نشان بھی باقی نہیں رہا
پڑھو دوستو مرے عشق پڑ کہ جنازہ کی یہ نماز ہے

اہل اللہ کا کلام ان کے درد دل کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں ایسی تاثیر ہوتی ہے جو اہل ظاہر کو نصیب نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کے پاس وہ دل نہیں جو اہل اللہ کے سینوں میں ہے اور اہل اللہ کا مقصد الفاظ کی جادوگری اور لغت و تعبیر کی بازی گرمی نہیں ہوتا بلکہ لغت و الفاظِ محض وسائل ہوتے ہیں جن سے ان کی آتش عشق اور درد دل کی ترجمانی ہو جائے اور وہ درد سینوں میں



منتقل ہو جائے اور لوگ اللہ تعالیٰ کے عشق سے سرشار ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں
حضرت والا کے یہ دو شعر ہمیشہ نظر رہیں جو نادرین کرام کی خدمت میں عرض ہیں۔
تم اصلاح کی اس میں کوشش نہ کرنا
یہ ہے داستاں درد دل کی ہماری
مری شاعری بس مراد درد دل ہے
لغت پاسکے گی اے کبیا تمہاری

اور حضرت والا کے یہ دو شعر بھی حضرت والا کے درد دل کی عکاسی کرتے
ہیں۔ پہلا شعر انگلینڈ میں موزوں ہوا جبکہ حضرت والا کا بیان سن کر ایک صاحب
نے عرض کیا کہ حضرت والا کے بیان میں ایسا درد تھا جو اس سے پہلے میں نے
کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ اس وقت برجستہ حضرت والا نے یہ شعر فرمایا۔

اس طرح درد دل بھی تھا میرے بیان کے ساتھ
جیسے کہ میرا دل بھی تھا میری زباں کے ساتھ
اور دوسرا شعر ایسے ہی ایک موقع پر بنگلہ دیش میں فرمایا۔
اس درجہ طلاوت ہے مرے سسر زباں میں
خود میری زباں اپنی زباں چوس رہی ہے

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کلام فیضانِ محبت کو شرف قبول عطا فرمائے اور قیامت تک اُمت مسلمہ
اور سالکانِ طریق کے لیے مشعلِ راہ اور حضرت والا کے لیے اور جامع و مرتب اور
اس کی طباعت و اشاعت میں جملہ معاونین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔
امین

اتھرنیٹ محمد عشرت میل میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ
خادم حضرت مولانا شاہ کلیم محمد اختر صاحب امت برکات
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
گھنٹن اقبال کراچی



یہ میری صحبت ابرار کیہ درو مجتبیٰ ہے
یہ ایشیاد کی صحبت دوستوں کی شائستگی ہے

مجتبیٰ تصدق ہے ثمر ہے تیری نازوں کے
جو میں یہ نشکر کرتا ہوں خدا تیری نازوں کے

انتساب

امقر کا یہ
شعری مجموعہ

✽ مرشدنا و مولانا محی الدین حضرت اقدس شاہ ابرار راجھی صاحب دامت برکاتہم
اور

✽ حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پوری رحمۃ اللہ علیہ

اور
✽ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہے۔

✽ امقر محمد خست عرفا تعالیٰ عنہ



کسی اور کی صحبت جو ملی کسی کو ہتر
اے اکیٹھے جینا اے اکیٹھے مرنہ



بیاد

حضرت شیخ پھولپوری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان اشعار میں مجاہدہ غیر اختیاری یعنی ایذا کے حقوق کی
طرف اشارہ ہے۔ — محمد اختر عطاء اللہ صاحب

بتاؤں کیا کیا سبق دیئے ہیں تری محبت کے غم نے مجھ کو
ترا ہی ممنون ہے عنہم دل اور آہ و نالہ دل حسریں کا
جفائیں بہ کر دُعائیں دینا یہی تھا مجبور دل کا شیوہ
زمانہ گذرا اسی طرح سے تمہارے در پر دل حسریں کا
جو تیری جانب سے خود ہی آئے پیام الفت دل حزین کو
تو کیوں نہ زخمِ بگر سے بہہ کر لہو کرے رُخِ تری زمیں کا
نہیں تھی مجھ کو خنجر یہ اختر کہ رنگ لائے گا خون ہمارا
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا



سفر بنگلہ دیش

در مدح محی السنۃ قطب العارفین مجددی و مرشدی و مولائی حضرت اقدس
مولانا شاہ ابرار الحق صاحب امت برکاتہم - محمد انور عفا اللہ عنہ

بہار آئی بہار آئی بہار جاں فزا آئی
کہ بنگلہ دیش میں خوشبوئے اشرف کو صبا لائی
بیانِ سُنتِ نبوی سے بنگلہ دیش روشن ہے
کیسے نبل کیسے نسر میں کیسے ریحانِ سوسن ہے
شب تاریک روشن ہو گئی انوارِ سُنت سے
جسے دیکھو وہی مسرور ہے اذکارِ سُنت سے
مدرسے اک منٹ کے اور یہ انوارِ سُنت کے
جہاں میں عام ہو جائیں یہ سب گلزارِ سُنت کے
تری تقریر سے بادل چھٹے ظلماتِ بدعت کے
ٹپے ہیں طالبوں کو ہر طرف لمعاتِ سُنت کے
اولو العزمی تری دیکھی بُرائی کو مٹانے میں
نہیں دیکھی ہے ہم نے ایسی جرأت اس زمانے میں
اثر فرما کسی کا خوف تجھ پر ہو نہیں سکتا
مزاجِ شیرِ زرد باہ ہرگز ہو نہیں سکتا



جہاں ہر نامناسب غم پہ شانِ اعتباری ہے
 وہیں عفو و کرم کی شان بھی کیا بے شانی ہے
 تری شفقت سے ہم سب ناقصاں امید رکھتے ہیں
 بحمد اللہ شبِ تاریک میں نورِ شید رکھتے ہیں
 یہ اخترِ خاک تیرے بے زباں بے باز و سماں ہے
 مگر مٹی پہ بھی فیضِ شمعِ مہر تاباں ہے
 مری یہ گرمی ایماں ترے آتشِ فشاں سے ہے
 مے کانٹوں پہ شانِ گل بھی تیرے گلستاں سے ہے
 مجھے احساس ہے تیرے چمن میں خار ہے اختر
 مگر خاروں کا پردہ دامنِ گل سے نہیں بہتر
 چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گلِ تر کے
 تعجب کیا، چمنِ خالی نہیں ہے ایسے منظر سے



دردِ محبت

کوئی کانٹا چھمے اور ٹوٹ جائے
 اسی کا نام ہے دردِ محبت

فیضانِ شیخ

مرشدی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبِ ملت برکاتِ تم نے میرے عطا فرمایا تھا۔ ”دورِ نشاطِ پلِ بساگر شامِ جامِ ہو چکی“ اور اس پر ایشمار کرنے کی فرمائش کی تھی۔ حضرت والا کی برکت سے یہ ایشمار ہو گئے۔ مہمانِ خرمی عنہ

دورِ نشاطِ پلِ بساگر شامِ جامِ ہو چکی
صبحِ بہارِ وصل کی فرقتِ شامِ ہو چکی
عشق بھی تام ہو چکا عقل بھی تام ہو چکی
زندگی بے نظام کی زیرِ نظام ہو چکی
دیکھو تو فیضِ شیخ سے زاغ بھی نہیں ہو گیا
زندگی اک ہلال سے ماہِ تمام ہو چکی
نشہ کبر و جاہ تھا سیرتِ نفورِ عشقِ تھی
عاشقِ میکدہ ہے وہ خوگرِ جامِ ہو چکی
اے مے خالقِ حیات تجھ پہ فدا ہو صد حیات
تیری رضا سے بندگی میری تمام ہو چکی
اختر بے نوا کو گرتیرا کرم کرے معاف
بھجوں گا مجھ پہ اے خدا رحمتِ تمام ہو چکی



کیا ہے ابطہ آہ و فغان سے
نہیں کو کام آئے کچھ آسمان سے



کوئی جنت کھتا ہو تیری چوٹی پہ اپنا

اللہ اپنی رحمت سے تو کر دے باخبر اپنا
نہ انجم ہیں ہمارے اور نہ شمس و قمر اپنا
سوا تیرے نہیں ہے کوئی میرا سنگِ فر اپنا
کوئی ماجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پہ اپنا
خداوندِ محبت ایسی دے دے اپنی رحمت سے
کسے اخترِ فدا تجھ پر یہ دل اپنا بگر اپنا
میں کب تک نفسِ دشمن کی غلامی سے رہوں سوا
تو کر لے ایسے ناکارہ کو پھپھس بارِ دگر اپنا
چھڑا کر غیر سے دل کو تو اپنا خاص کر ہم کو
تو فضلِ خاص کو ہم سب پہ یارب عام کر اپنا
بیضِ مرشدِ کامل تو کر دے ہنس زانگوں کو
کہ وقتِ خانقاہِ شیخ ہے قلب و جگر اپنا
تغافل سے جو کی توبہ تو ان کی راہ میں اختر
ہم تن مشغلہ ہے ذکر کا شام و سحر اپنا



تجھے مشکل کیسا غم کو مرزبوز کرنا

تجھے مشکل ہے کیا غم کو مرے زبرد زبر کرنا

ہماری شام غم کو فضل سے رشک سحر کرنا

تری قدرت کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہوگا لے مالک

کہ ہم سے دُور اُفتادوں کو پھر نزدیک کرنا

ترے دستِ کرم کی کیمیا تاثیر کیا کیسے

کسی ذرہ کو تیرا دم میں خورشید و قمر کرنا

جو تیری راہ میں رو باہِ خصمت سے ہیں پیمانہ

تجھے مشکل نہیں ایسوں کو رشکِ شیرِ زبر کرنا

یہی ہے راستہ اپنے گناہوں کی تلافی کا

تری سرکار میں بندوں کا ہر دمِ چشم تر کرنا

تجھے مشکل نہیں مسکین کو سلطانِ جہاں کر دے

کرم سے اپنے اختر کو تراشمس و دستر کرنا



ہمارے درد کو یارب تو دردِ معتبر کر دے

ہمارے درد کو یارب تو دردِ معتبر کر دے
ہمارے سر کو ہر لمحہ تو وقفِ سنگدے کر دے

میری آہوں کو لطفِ خاص سے تو با اثر کر دے
کرم سے میری جان بے خبر کو با خبر کر دے

اور اپنی راہ میں ہم سالکوں کو تیز تر کر دے
مزاجِ روہی کو تو مزاجِ شیرِ نر کر دے

ہماری شامِ غم کو فضل سے رشکِ سحر کر دے
شبِ دیبجور کو تو رشکِ خورشید و قمر کر دے

ہماری خشک آنکھوں کو خدایا چشمِ تر کر دے
مرے اشکوں میں شامل خونِ دل خونِ جگر کر دے

ہماری غفلتوں کی نیند کو آہِ سحر کر دے
ہماری سرد آہوں کو تو آہِ گرم تر کر دے



اور ہم سے دُور افتادوں کو تو نزدیک کر دے
ہمارے وسوسوں کو دردِ دل دردِ جگر کر دے

کرم سے نفسِ امارہ کو میرے بے ضرر کر دے
تقاضائے گنہہ کو فضل سے زیرِ وزیر کر دے

عظائے نسبتِ عالی سے شاہِ بحرِ بر کر دے
شریاء سے مرے ذرہ کو مالکِ فوقِ تر کر دے

ثنائے خلق کی نعمت سے مجھ کو بہرہ ور کر دے
ذلیل و خوار کو تو دم میں شاہِ کز و فر کر دے

منور نورِ تقویٰ سے مری شام و سحر کر دے
دلِ گم کردہ منزل کو شمعِ رہ گزدر کر دے

ہمارے ذرہ خاکی کو تو رشکِ گیسو کر دے
مری توبہ سے میرے شر کو تو رشکِ بستر کر دے

مرے ہر شعر میں شامل مری آہِ سحر کر دے
قیامت تک تو ان کو یادِ گارِ بحرِ بر کر دے



زمین سجدہ کو اشکِ ندامت سے توڑ کر دے
فلک کی لکشاں کو خاک پر زیرِ نظر کر دے

سرِ مشربھی اختر پر کرم کی اِک نظر کر دے
اور اپنے فضل سے وہ آخری شکل بھی سر کر دے



دعا

یسی صورت جو مجھے آپ سے غافل کر دے
اے خدا اس سے بہت دُور مراد ل کر دے
اپنی رحمت سے تو طوفان کو ساہل کر دے
ہر قدم پر تو مرے ساتھ میں منزل کر دے
اے خدا دل پہ مرے فضل وہ نازل کر دے
جو مرے دردِ محبت کو بھی کامل کر دے

یارِ کرم سے اپنے تو دو نوز جھان

یارِ کرم سے اپنے تو دونوں جہان دے
جو مستحق غضب کا ہے اس کو امان دے

اور اپنے فضل سے مجھے صدقِ لسان دے
اور اپنی محبت کی بھی اک خاص شان دے

یارِ مجھے زمان اور ایسا مکان دے
جس میں تری ہی یاد ہو ایسی ہر آن دے

کوئی ہمارے کان میں ایسی فغان دے
جس سے ہمارا ہسرت بن مو تجھ پہ جان دے

اور اپنی معرفت کی مجھے ایسی شان دے
ہر ذرہ کائنات کا تیرا نشان دے

اپنا پتہ دے مجھ کو یوں اپنا نشان دے
جاؤں جہاں بھی دل مرا بس تجھ پہ جان دے



آہوں کو میرے درد کا وہ ترجمان دے
 تیرا بیان ہر زماں جس سے زبان دے
 ہمت کی میری خاک کو وہ آن بان دے
 دل کو جو میرے شوکت ہفت آسمان دے
 توفیق کا کرم سے وہ تیرا دکان دے
 جو ہر عدو سے ہر زماں مجھ کو امان دے
 مالک مری زباں کو وہ سحر بیان دے
 جو میری بات سُن لے وہ بھی تجھ پر جان دے
 اختر کو اپنے عنم کی وہ محسور جان دے
 جو تیرے درد و عنم کا ہمہ سُو بیان دے



توحید و سنت کمالِ بندگی

آپ کے نام پر جان دے کر زندگی زندگی پاگئی ہے
 چل کے نقش قدم پر نبی کے بندگی بندگی پاگئی ہے

دعا

یسی صورت جو مجھے آپ سے غافل کر دے
اے خدا اس سے بہت مراد دل کر دے
اپنی حسرت سے تو طوفان کو ساحل کر دے
ہر قدم پر تو میرے ساتھ تیرے منزل کر دے
اے خدا دل پر میرے فضل و نازل کر دے
جو میرے دردِ محبت کو بھی کمال کر دے

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب ملت برکاتہم



شرطِ توہید کا نل یہی ہے
عشق ہو آپ کا قلب جاں میں



صبحِ پشیم پشیم

یہ صبحِ مدینہ یہ شامِ مدینہ
مبارک تجھے یہ قیامِ مدینہ

بجلا جانے کیا شبام وینائے عالم
ترا کیف لے خوش خرامِ مدینہ

مدینہ کی گلیوں میں ہر اک قدم پر
ہو منظرِ احترامِ مدینہ

مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ
بڑا لطف دیتا ہے نامِ مدینہ

نگاہوں میں سلطنتِ نیت یہ سچ ہوگی
جو پائے گا دل میں پیامِ مدینہ

سکونِ جہاں تم کشتاں ڈھونڈتے ہو
سکونِ جہاں ہے نظامِ مدینہ

ہو آزاد خستہ غم دو جہاں سے
جو ہو حبائے دل سے غلامِ مدینہ

(مرینہ منور سے واپس ہوتے ہوئے)



رنگ لائیں گی کب میری آپر

رنگ لائیں گی کب میری آپر
 جب نظر آئے وہ سبز گنبد
 پھر مدینہ کی جانب کو جائیں
 جب حضورِی کا عالم عطا ہو
 کج کے صحنِ علیٰ نجوم جائیں
 اب نہ جانا ہو گھرِ مسم کو واپس
 اُن کو افسانہٴ عنم سُنائیں
 تیرے دُر پر مراسر ہو یارب
 چُپکے چُپکے یہ مانگیں دعائیں
 جان اس طرح تجھ پر نٹائیں
 مجھ کو اپنا بنا لو کرم سے
 ملت نرم پر یہ مانگیں دعائیں
 دونوں عالم کی کیا ہے حقیقت
 جتنے عالم ہوں تجھ پر نٹائیں
 سارے عالم میں پھر پھر کے یارب
 تیرا دُرِ محبت سُنائیں
 تیرا دُرِ محبت سُنا کر
 سارے عالم کو مجنوں بنا کر
 لذتِ قُرب پا کر میری ہم
 لذتِ دوجہاں بھول جائیں

درِ مدد ہونڈتا ہے یہ اختر

اسلِ دردِ محبت کو پائیں



آپ کا ذکر ہے دو جہاں پر!

آپ کا مرتبہ اس جہاں میں جیسے خورشید ہو آسماں میں
 دو ستویہ ہے شہرِ مدینہ جس سے اسلام پھیلا جہاں میں
 گزرتے صلی علیٰ ہوزباں پر کیا اثر ہو گا آہ و فغاں میں
 و رفعت کا انعام یہ ہے آپ کا ذکر ہے دو جہاں میں
 شرط توحید کا لہی ہے عشق ہو آپ کا قلب جاں میں
 کوئی سمجھے گا کیا، غیر ممکن! آپ کا رتبہ دونوں جہاں میں
 سبز گنبد پہ جس کی نظر ہو وہ بھلا جائے کس گستاں میں
 نام کیا ہے پیا را محمد جن کے صدقے میں یائے سجاں میں
 یہ ہے فیض ان نورِ نبوت جو ہے اسلام سائے جہاں میں

کیا کہوں رفعت شان گنبد
 کچھ نہیں دم ہے اخترِ زباں میں



سے صلی اللہ علیہ وسلم



کیا اثرِ رحمت کی شاں ہیں

نورِ سنت ہے کون و مکان میں
کیا تجبلی تھی تیرے بیاں میں
عبد و سلطان کھڑے ایک صف میں
کیا اثرِ رحمت رسالت کی شاں میں
فرق کالے و گورے کا تو نے
کس طرح سے مٹایا جہاں میں
یہ تیرا تیری غلامی کا صدقہ
شانِ سلطانیت شترباں میں
جس نے کانٹے بچھائے تھے دیکھا
گلِ بدماں ترے بوستاں میں
جو چلا تیرے نقشِ قدم پر
کامراں ہے وہ دونوں جہاں میں
ہو تم جیسے انجم میں روشن
آپ تھے محفلِ خستہاں میں
آپ کی شان بے انتہا کو
کس طرح لائے اخترِ بیاں میں



سوئے طیب خلیہ نبی کے قدم

مسیدی قسمت کہاں یہ طواف حرم
جس زمیں پر چلے تھے نبی کے قدم

جس سے چپکے تھے کل سینہ انبیاء
میرے سینہ کو حاصل ہے وہ ملتم

بجز ہے کہ آلتِ پیمانہ تھے
وسطِ دنیا میں ہے کعبہ محترم

اور بنوایا گھر اپنیوں مختصر
سہل ہوتا کہ سب کو طواف حرم

ورنہ مالک اگر گھسے بنا تا بڑا
کھا کے غش کرتے سب زائران حرم



اپنے کعبہ کا پھیلا رکھا مختصر
صاحب بیت کی ہے یہ شانِ کرم

گو حرم کے پہاڑوں پہ سبزہ نہیں
ہیں مگر دوستو! پاسبانِ حرم

ورنہ حاجی درختوں میں بیٹھے ہوتے
کیرے میں لیا کرتے باغِ حرم

ربِ کعبہ سے بھی اور کعبہ سے بھی
دور کر دیتے ہم کو جبِ حرم

ان پہاڑوں پہ بھی حفظِ توحید کا
رب کی جانب سے ہے انتظامِ حرم

یہ بھی جہرت کا اک رازِ تکوین ہے
ورنہ روضہ بھی ہوتا جوارِ حرم

قلبِ عاشق کے دو ٹکڑے ہوتے یہاں
درمیانِ حرم روضہ محترم



جا کے طیبہ میں دے بزرگنہ پڑ جاں
اور مکہ میں ہو حبا فدائے حرم

بت وطن کے بھی ہجرت سے سب گر گئے
سُوئے طیبہ چلے جب نبی کے قدم

آپ کے گھر میں خستہ کی یہ حاضری
ایک نا اہل پر ہے خدا کا کرم

(مکملہ - ۱۴۱۳ھ)



دل تڑپتا ہے میرا سینے میں
ہاتے پہنچوں گا کب مدینے میں
قلب جس کا نہ ہو مدینے میں
اس کا جینا ہے کوئی سینے میں

فیضانِ نبوی سے پیدائش

ساحل سے لگے گا کبھی یہ ابھی غنیمت
 دکھیں گے کبھی شوق سے مکہ و مدینہ
 مومن جو فدا نقش کھنڈے پائے نبی ہو
 ہوزیر متدم آج بھی عالم کا خزانہ
 گزشت نبوی کی کرے پیروی اُمت
 طوفاں سے نکل جائے گا پھر اس کا سفینہ
 یہ دولتِ ایماں جو ملی سارے جہاں کو
 جو قلب پریشاں تھا سدا رنج و الم سے
 جو دردِ محبت کا ودیعت تھا ازل سے
 اے ختمِ زل تکفے بشر آپ کے صدقے
 خالی جو تھا انوارِ محبت کی حق سے
 صدقے میں ترے ہو گیا وہ رہبر اُمت
 اے صلِ علی آپ کا فیضانِ رسالت
 جو ڈوبنے والا تھا ضلالت کے بھنور میں
 جو کفر کے ظلمات سے تھا ننگِ خلافت
 ہے نورِ ولایت سے منور وہی سینہ
 دیکھیں گے کبھی شوق سے مکہ و مدینہ
 ہوزیر متدم آج بھی عالم کا خزانہ
 طوفاں سے نکل جائے گا پھر اس کا سفینہ
 فیضانِ مدینہ ہے فیضانِ مدینہ
 فیضانِ نبوت سے ملا اس کو سکینہ
 مومن پہ ہو کشف وہ مدفونِ حزنِ زینہ
 ہر شر سے ہوئے پاک بنے مثلِ نجینہ
 اک آگ کا دریا سا لگے ہے وہی سینہ
 جو کفر کی ظلمت سے تھا اک عبدِ کمینہ
 جو مثلِ حجر تھا وہ ہوا رشکِ نجینہ
 اب رہبر اُمت ہے وہ گمراہِ غنیمت
 ہے نورِ ولایت سے منور وہی سینہ

انحر کی زباں اور شرفِ نعمتِ محمد

اللہ کا احسان ہے بے خون و پسینہ

ﷺ



یہ آہ سحر کا اثر دیکھتے ہیں

یہ آہ سحر کا اثر دیکھتے ہیں مدینہ کے شام و سحر دیکھتے ہیں
 جسے آپ کا خبہر دیکھتے ہیں اُسے غیر سے بے خبر دیکھتے ہیں
 غلامی سے تیسری غلاموں کا رتبہ ملائک سے بھی فوق تر دیکھتے ہیں
 تجلی جو ہے سبز گنبد پہ ہر دم اُسے رشک شمس و قمر دیکھتے ہیں
 مدینہ کا جغرافیہ دیکھ کر ہم عجب حالِ قلب و بگر دیکھتے ہیں
 تصور میں آتا ہے جب سبز گنبد تو ایمان کو گرم تر دیکھتے ہیں
 بفرطِ محبت بشوقِ نظر ہم مدینہ کے دیوار دور دیکھتے ہیں
 ابو بکر و فاروق و عثمان و حیدر تصور میں ہم اُن کے گھر دیکھتے ہیں
 جو روضہ پہ صحنہ سلاطین ہوتے ہیں تو پسندار زیر و زبر دیکھتے ہیں

جو جالی پہ وصلِ علی کہ رہے ہیں
 اے اختر انہیں چشم تر دیکھتے ہیں



گلستانِ طیب سے میر ہو گا

عجم کے بیاباں سے مسندِ در ہوں گا گلستانِ طیب سے مسرور ہوں گا
 میں دیدارِ گنبد سے محمور ہوں گا کبھی نور ہوں گا کبھی طور ہوں گا
 گناہوں سے اپنے میں رنجور ہوں گا پیفیضِ شفاعت میں مغفور ہوں گا
 اڑے گی ہوا سے جو خاکِ مدینہ میں ایسے غباروں میں مستور ہوں گا
 میں روضہ پہ صلّیٰ علیٰ نذر کر کے بدل نور ہوں گا جب انور ہوں گا
 مدینہ کے انوارِ شام و سحر سے سراپا دل و جاں سے مسرور ہوں گا
 میں ممنون ہوں گا خدا کے کرم کا کبھی دل میں اپنے نہ مفرد ہوں گا
 ہر اک امر میں راہِ سنت پہ چل کر خدا کے کرم سے میں منصور ہوں گا
 اُمد کے شہیدوں کے خونِ وفا سے سبق لے کے پابندِ دستور ہوں گا
 مدینہ میں جب قلب و جاں چھوڑ آیا میں مجبور ہو کر نہ مجبور ہوں گا

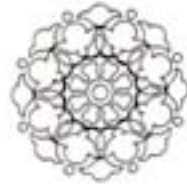
قبا کی زیارت و نفلوں سے اختر
 ہر اک راہِ سنت سے پُر نور ہوں گا



دیارِ مدینہ

نظر ڈھونڈتی ہے دیارِ مدینہ ہیں دل اور جاں بے قرارِ مدینہ
 وہ دیکھو اُحد پر شجاعت کا منظر شہیدوں کے خون شہادت کا منظر
 وہ ہے سامنے بزرگنبد کا منظر اسی میں تو آرام مند ماہیں سرور
 ابو بکرؓ و فاروقؓ و عثمانؓ و حمیدؓ یہیں تھے یہ پروانہ شمعِ انور
 یہیں سے تو اسلام پھیلا جہاں میں مدینہ کا شہرہ ہے ہفت آسماں میں
 نشانِ نبی ہے یہ مسجدِ قبا کی ہے قنیلِ ملیبہ نبی کی ضیاء کی
 مدینہ کے دیوار و در دیکھتے ہیں عجب حالِ قلب و جگر دیکھتے ہیں

یہ مسکن ہے شاہِ مدینہ کا اختر
 فلکِ بوسہ زن ہے یہاں کی زمیں پر



سے رضی اللہ تعالیٰ عنہ



جوارِ محکمہ میں رہتے ہیں ہم

مدینہ منورہ کے ایک عالم حضرت مولانا عاشق الہی بند شہری صاحب مدنی دامت برکاتہم کی فرمائش پر یہ اشعار لکھے گئے
جنہوں نے مدینہ منورہ سے یہ مصرع لکھ کر بھیجا تھا۔ جوارِ محکمہ میں رہتے ہیں ہم — محمد شہت

زیریں پر مدینہ کی رہتے ہیں ہم فلک پر مگر نماز کرتے ہیں ہم
 نہ پوچھو کہ کیا ہے ہمارا شرف جوارِ محکمہ میں رہتے ہیں ہم
 کرم ہے یہ مالک کا اے دوستو مدینے کی بستی میں بستے ہیں ہم
 مدینے کی نسبت ہے قیمت مری وگرنہ حقیقت میں سستے ہیں ہم
 مدینہ میں مرنا معتدر میں ہو خدا سے دُعا یہ بھی کرتے ہیں ہم
 یہ نالایقوں پر ہے رب کا کرم محکمہ کی نگری میں رہتے ہیں ہم
 شفاعت محکمہ کی بھی ہو نصیب دُعات دن یہ بھی کرتے ہیں ہم
 مدینے میں ہر سال ہو حاضری خدا سے یہ مندر یاد کرتے ہیں ہم
 پس اے ساکنانِ مدینہ مجھے نہ بھولو گزارش یہ کرتے ہیں ہم

اے اختر میرے قلب جاں ہیں وہاں
 مدینے سے گو دور رہتے ہیں ہم

سے صلی اللہ علیہ وسلم



فوجِ تھچھ پھ آخاکِ شہرِ مدینہ

رُبارک تجھے ہوئے ارضِ مدینہ
 نبی کا شہر ہے یہ شہرِ مدینہ
 ترے پاس جب سُنید دو جہاں ہیں
 نہ کیوں رشکِ افلاک ہو چہرِ مدینہ
 ترے بنز گنبد پہ عالمِ فدا ہے
 فلک بیسے پخوے زمینِ مدینہ
 ترا ذرہ ذرہ نشانِ نبی ہے
 فدا تجھ پہ میں خاکِ شہرِ مدینہ
 اُحد کے یہ دامن میں خونِ شہیداں
 سبق دے رہا ہے وفائے مدینہ
 نشانی ہے اسلام کی عظمتوں کی
 صحابہ کے قدموں سے خاکِ مدینہ
 فدا داریوں پر صحتِ بہ کی اختر
 ہے تارِ منج روشن یہ شہرِ مدینہ



یا جبکہ الحرم جبال الحرم

میسری نظروں میں تم ہو بڑے محترم
یا جبال الحرم یا جبال الحرم

یہ دُعا ہے مہرم لذتِ طمتِ نرم
ہو عطا سب کو یہ نعمتِ مفتِ نرم

اے خدا ہے فقط آپ کا یہ کرم
کر رہے ہیں جو ہم سب طوافِ حرم

آگیا سامنے روضہٴ محترم
جس کی زیارت کو یارب ترستے تھے ہم

رحمتِ دو جہاں کا ہے فیضِ تم
جن کے صدقے میں مسلم و مومن ہیں ہم

آپ ہی کے شرف سے یہ رُتبہ رطا
اُمتِ مسلمہ ہے جو خمیرِ الامم

ہیں سلاطینِ عالم بھی احرام میں
بُن کے حصار ہوئے ہیں گدائے حرم

میرے مالک یہ تختہ کی سُن لے دُعا
جو معتدر میں ہر سال دیدِ حرم



لذتِ ذکرِ نامِ خدا ہے چمن

لذتِ ذکرِ نامِ خدا ہے چمن
اور غفلت کی دنیا ہے دشت و دمن

کی ہے جس نے بھی ہجرت ترے نام پر
پا گیا پاکیا وہ بہا رِ وطن

ہے ضروری گناہوں کو بھی چھوڑ دیں
اصل ہجرت نہیں صرف ترکِ وطن

یہ ہے فیضانِ آہ و فغاں دیکھ لو
دامنِ کوہ میں دن ہے کیسا گمن

بہیتیں پائے گا نسبتِ اولیا۔
جس کے دل کو لگی ہے خدا سے لگن

شہرِ محبوب ہو گا جہاں مجی کہیں
عاشقوں کا سنا ہے وہی ہے وطن



پھر مدینے کی لذت کو میں کیسا کہوں
کاش ہوتا مدینے میں مسیحا وطن

کس طرح میں کہوں دل سے اے دوستو
زندہ بادے وطن زندہ باد اے وطن

ہیں وطن میں مگر دل مدینے میں ہے
اے مدینہ منہا تجھ پہ ہوں صد وطن

نیک لوگوں میں ہو صاحب دردِ دل
ہے چمن میں کوئی جیسے رشکِ چمن

روز و شب ہے یہ اختر کی آہ و فغاں
بخش دے روزِ محشر مجھے ذوالین

(ری یونین - ۱۱ ستمبر ۱۹۹۳ء)



امّ العیلم بان اللہیری

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہل جہاں سے کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے



صحابہ کی حریت با وفا تاریخ ایماں ہے
جو ختم کرے ہی شبے رات کا پیغام ایماںی



منقبت

رضی اللہ عنہم
صحابہ کرام

سید دیدہ میں پوشیدہ جمال حق کی تابانی
صحابہ کے دلوں کو جس نے بخشا نور یزدانی

وہ سلطانِ جہاں تھے قلب میں تھا فخرِ پنهانی
مقامِ عبدیت کے ساتھ تھی ان کی جہانِ نبانی

خدا دیدہ نظر کو چوں کہ دیکھا تھا صحابہ نے
وہ ایساں آج کیسے پاسکے گا کوئی ربانی

تجلی گاہ جو جاں تھی اسی روحِ منور سے
ہر اک مومن کو ہوتی تھی عطا معراجِ روحانی

مبارک نگہی آنکھوں کو کہ جن آنکھوں نے دیکھے تھے
نبی کے چہرہ انور پہ جلوہ ہائے ربانی



جنھوں نے مال و زر بھی آبرو بھی جان بھی دے دی
کوئی جانے گا کیا ان کا امت ایم کیفیتِ احسانی

ہیشہ ہر صحابی راہِ سنت کا تھا شہیدانی
وہ دیوانے تھے لیکن خاک پا تھی ان کی فرزانی

یہ کیسا معجزہ تھا دوستو شان رسالت کا
شتر بانوں کو بخشے جس نے آدابِ جہان بانی

خدا ان سے ہے راضی اور وہ رب سے ہوئے راضی
شہادت اس حقیقت پر ہیں خود آیاتِ قرآنی

بملا غیر صحابی پاسکے کا مرتبہ ان کا
کہ ہے مخصوص ان پر رحمت حق فضلِ رحمانی

صحابہ کی محبت کو بھی ہم ایسا سمجھتے ہیں
کہ ان کے دم سے امت کو ملی تعلیمِ قرآنی

صحابہ کی حیات با وفا تاریخِ ایماں ہے
جو اخترِ دے رہی ہے رات دن پہ پیغامِ ایمانی



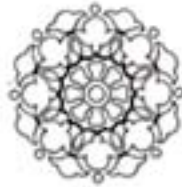
شش و قمر کی شہنی ادنیٰ سی جھیک تھی
روح میں شیر نئے کتے ہیں ماہ گانات



زمین جیسے ہے آسمان

جس سے ہیں آپ خوش اس جہاں میں وہ شب و روز ہے گلستاں میں
 دیکھ کر میرے اشکِ ندامت ابرِ رحمت کی بارش ہے جاں میں
 آپ کا سنگِ در اور مرا سہ حاصلِ زندگی ہے جہاں میں
 سارے عالم کی لذت سمٹ کر آگئی ہے ترے آستاں میں
 لذتِ ذکرِ حق اللہ اللہ اور کیا لطف آہ و فغاں میں
 کیا کہوں قربِ سجدہ کا عالم یہ زمیں جیسے ہے آسماں میں
 برق گرنا مگر رُخ بدل کر آہِ مُنتا ہوں میں آشیاں میں
 عالمِ غیب کا یہ کرم ہے چشمِ بینا دیا قلب و جاں میں
 دس تسلیم و خونِ تمنا ہے نہاں عشق کی داستاں میں

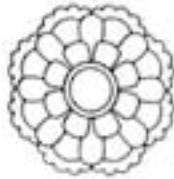
لذتِ قرب بے انتہا کو
 کس طرح لائے اخترزباں میں



سچ کہا اپنی جاں اپکو پاپا اپنی جاں؛

ذکر سے جب ملا نور جاں میں سیکڑوں جاں ملی مسیری جاں میں
چار سوائے کی نسبت کی خوشبو پھیل جاتی ہے سارے جہاں میں
بکس طرح سے چھپاؤں محبت راز ظاہر ہے آہ و فغاں میں
چشم غماز ہے دردِ نسبت! عشقِ مجبور ہے گویاں میں
زہیم جاں کر دیا حسرتوں نے رہ کے صحرا میں ہوں گستاں میں
آپ کی راہ میں جان دے کر آپ کو پا گیا اپنی جاں میں
یوں تو دنیا سے جانا ہے مجھ کو کام کچھ نیک کمروں جہاں میں
تیسری توفیق کا آسرا ہے ورنہ رکھا ہے کیا خاکداں میں
مثیلِ خورشید چمکا دے یارب دردِ مخنی ہے جو مسیری جاں میں

تیری رحمت کے صدقے میں اختر
کیا عجب ہوگا باغِ جنناں میں



ترے در پر ترا بندہ بہ امیدِ کرم آیا

کرم سے ان کے میرے سامنے ان کا حرم آیا
ہماری زندگی کا وقت وقتِ مفتنم آیا

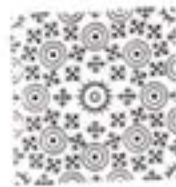
کرم سے ربِّ کعبہ کے دُعا یاں رو نہیں ہوتی
نظر کے سامنے قسمت سے سیدیٰ ملنم آیا

یہاں کا ذرہ ذرہ منظرِ انوارِ کعبہ ہے
یہ مالک کا کرم ہے اس پہ جو اُس کے حرم آیا

اگرچہ پُر خطا ہے پر کہاں جائے ترا بندہ
ترے در پر ترا بندہ بہ اُمیدِ کرم آیا

زبانِ شکرِ قاصر ہے لغت میں دم نہیں خستہ
ہری اُمید سے زیادہ نظر اُن کا کرم آیا

﴿ ۶ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ اندرونِ کربلا شریف ﴾



اے مرے خالقِ حیات

اے مرے خالقِ حیات تیری خوشی ہے صد حیات
 آپ کی ناخوشی سے ہے میری حیاتِ صد مہمات
 ذکر سے تیرے بل گئی دل کو تھکائے صد حیات
 بلکہ ترے ہی نام سے زندہ ہے ساری کائنات
 تیرے بغیر میں ہی کیا مُردہ ہے ساری کائنات
 تیرے کرم سے حشر تک زندہ ہے ساری کائنات
 عارضی حُسنِ گل پہ ہیں مُبسل کی ساری ہزلیات
 فانی ہوتوں کو دل نہ دے یہ ہیں ہماری غزلیات
 شمس و قمر کی روشنی ادنیٰ سی بھیک ہے تری
 رُوح میں تیرے نور سے کتنے ہیں ماہِ کائنات
 نفس کا جو غلام ہے عسوق ہے وہ گناہ میں
 کیوں نہ کہوں کہ زندگی کتنی ہے اس کی واہیات
 اُس کا سکون چمن گیا کتنی ہے تمنی حیات
 جس نے چکھے ہیں دوستو فانی ہوں کے کنکلیات
 تو بہ کریں گناہ سے لیکن ہو صدقِ دل سے بھی
 حشر میں ہوں گے فائزوں بیبیاں ہوں گی فائزات
 ہیں تو خدا سے دُور دُور لیکن زباں پہ ہے ضرور
 دعویِٰ عظیمِ ارضیاتِ دعویِٰ عظیمِ فلکیات
 جس کو خدا نے بخش دی لذتِ ذکرِ فضل سے
 اختر وہ پا گیا ہے بس ماحصلِ لطفِ کائنات



غرض تھی ہے بس پیرنیاں کے جام ویناے
کہم ہاگ کو اپنے دیکر یہ تے قلب دیناے



سامنے جلو ہیں ان کے کو بے

درد دل کے واسطے کر جستجو زخم حسرت اور خون آرزو
 غم سے ٹکڑے ہو گئے دل کے مگر دل کے ہر ذرہ میں ہیں انوارِ حُجو
 ان کی جانب سے محبت کامرے امتحاں ہے ہر شکست آرزو
 اے خدا تجھ پر فدا ہو ہر زماں میری دولت میری جان و آبرو
 حسرتوں کے غم اگر ہیں راہ میں سامنے جلوے ہیں ان کے کو بے کو
 ایسی شکلوں کو نہ دیکھوں میں کبھی آپ سے جو دُور کر دے خو برد
 تجھ کو کیوں مشکل ہے یہ صرف نظر دیکھ اے ظالم شہیدوں کا لبو
 شکر کرتے ہیں غم حسرت پہ ہم دیکھ کر یارب ترے جام و سبو

دیدۂ آختر ہے گو حسرت زدہ

دیدۂ دل دیکھتی ہے نورِ حُجو

(۱۱ فروری ۹۳ء جمہانگیر تانیر ولی طیار ہیں)



ہائے غفلت دل کے

آرزو میری خاک میں مل کے لطف لیتی ہے عشق کامل کے
 مٹ گئے رنج راہ منزل کے پاس آئے ہیں جب سے وہ دل کے
 رنج حسرت ہے راہ میں لیکن لطف شامل ہیں اُن کی منزل کے
 کیا کہوں ان کے قرب کا عالم بکتے عالم ہیں عالم دل کے
 فرط لذت سے جھوم جاتا ہوں بکتی خوشیاں ہیں آپسے مل کے
 اب خزاں دل سے دُور ہے کیونکہ پاس رہتے ہیں وہ مرے دل کے
 جب یہ لذت ہے دل کے طوفان میں کیا کہوں کیفیت دل میں سال کے
 کیا خبر تھی کہ خوں بہا ہے آپ ہائے لمحات غفلت دل کے
 ایسے دیے بھی ہو گئے کیسے فیض کیسے ہیں شیخ کامل کے
 جان ان پر فنا کرو خستہ سرخرو ہو گئے خاک میں مل کے



پھول مَر جھاڑا گل کے

کون زخمت ہوا گلے مل کے شامیانے اُجڑ گئے دل کے
 حُسن و نانی ہے عشق بھی و نانی پھول مَر جھاڑا گلے ذرا گل کے
 کیسا چہرہ بدل گیا ان کا دام کچھ بھی نہیں رہے تل کے
 کی نہ تو بہ اگر گناہوں سے دونوں رویوں کے خاک میں مل کے
 صدق تو بہ و چشم گریاں سے سامنے ہیں نشان منزل کے
 ناؤ گزری ہے جو بھی طوفاں سے لطف ملتے ہیں اس کو سائل کے
 اے خدا آپ کے کرم سے سب کٹ گئے دن ہمارے مشکل کے
 بعد مدت کے بزم ساقی میں میر خوشیاں مٹا گلے مل کے
 میں کہاں اور شاعری میری فیض ہوتے ہیں شیخِ کامل کے
 آج خستہ ہے مجمعِ ابرار آؤ کر لیں ذرا دُعا مل کے

لے مُراد شیخ ہے



یہ مستی دردِ دل کی شہنائے عالم ہے

یہ مستی دردِ دل کی اشرفِ مینائے عالم ہے
ہر اک جامِ محبتِ اشرفِ صہبائے عالم ہے

بہت گلشن ہیں دنیا میں مگر سب ہیچ و فانی ہیں
یہ گلشنِ دردِ دل کا افضلِ گلہائے عالم ہے

بہت تنخے ملے دنیا میں لیکن کیا کون اکِ دل
یہ تنخہ دردِ دل کا حاصلِ نعمائے عالم ہے

جسے دیکھو اسی کے سر میں ہے سودا کسی شے کا
مگر سودائے جانانِ اکبرِ سودائے عالم ہے

بس اک ہنگامہ دردِ عشقِ حق کا گرم رہتا ہے
سو اس کے ہمہ فانی ہر اکِ غوغائے عالم ہے



خوشی پر ان کی مزا اور جینا ہی محبت ہے
نہ کچھ پروائے بدنامی نہ کچھ پروائے عالم ہے

ہے روح بندگی بس ان کی مرضی پر خدا ہونا
یہی مقصود ہستی ہے یہی منشا ہے عالم ہے

ہماری خاک اُس لمحہ میں ہے رشک فلک اختر
وہی لمحہ جو میرا ذکر مولا ہے عالم ہے

(۹، رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ حرم مدینہ طیبہ)



عروج بندگی

نہ گلوں سے مجھ کو مطلب نہ گلوں کے رنگ بُو سے
کسی اور سمت کو ہے مری زندگی کا دھارا
جو گرے ادھر زمیں پر مرے اشک کے تارے
تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

(کعبۃ اللہ سے سامنے، بھکھو کوہ)



سبق دیتی ہے ہر دم اہل دل کی داستان مجھ کو

جہاں دے کر ملا ہے دل میں وہ جانِ جہاں مجھ کو
بہت خونِ تمنا سے ملا سلطانِ جاں مجھ کو

نظر آتا ہے اپنے دل کا جب زحیم نہاں مجھ کو
تو اپنا درد خود کرتا ہے مجبورِ بیاں مجھ کو

بیانِ دردِ دل آساں نہیں ہے دوستو! لیکن
سبق دیتی ہے ہر دم اہل دل کی داستانِ مجھ کو

زبانِ عشق کی تاثیر اہل دل سے سُنتا ہوں
مگر مسحور کرتی ہے محبت بے زباں مجھ کو

قفس کی تیلیاں رنگین ، دھوکہ دے نہیں سکتیں
کہ ہر دم مضطرب رکھتی ہے یادِ گلستاں مجھ کو

مری صحرا نوردی اور مہر سی چاک دامانی
بہت مجبور کرتی ہے مری آہ و فغاں مجھ کو



کہاں تک ضبطِ غم ہو دو ستوراہِ محبت میں
سُنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

ملا کرتی ہے نسبت اہل نسبت ہی سے لے آخر
زباں سے ان کی ملتا ہے بیان دُر فشاں مجھ کو

(۸ فروری ۱۹۳۳ء جنوبی افریقہ)



موت کا کارنامہ

قضا کے بعد ہوئی سرد نفس کی دُنیا
نہ حُسن و عشق کے جھگڑے نہ مال و دولت کے

میری زندگی کا پہلا شعر

دردِ فرقت سے مراد دل اس مت در بے تاب ہے
جیسے تپتی ریت میں اک ماہی بے آب ہے



دل پر آرزو رکھتے ہوئے بے آرزو رہنا

حقیقت میں تو رہنا ہے یہی باحق و خور رہنا
کوئی رہنے میں رہنا ہے یہ مجرنگ و نور رہنا

علامت جذب پنہاں کی یہی معلوم ہوتی ہے
تری خاطر مری ہر سانس وقف جستجو رہنا

یہ دعوت بے زباں بھی ہے مگر آتش فشاں بھی ہے
گریبساں چاک ہو کر عشق حق میں کو بہ کو رہنا

حقیقت بندگی کی ہے یہی اے دوستوں لو
دل پر آرزو رکھتے ہوئے بے آرزو رہنا

مرے احباب مجلس سے کوئی پوچھے مزہ اس کا
بشرح درد دل خستہ کا مجھ گفتگو رہنا



آہ صحرا ہو مبارک ترے دیوانوں کو

ہم نے دیکھا ہے ترے چاک گریب انوں کو
آتشِ غم سے چھلکتے ہوئے پیانوں کو
ہم نے دیکھا ہے ترے سوختہ سامانوں کو
سوزشِ غم سے تڑپتے ہوئے پردانوں کو
ہم ہندا کرنے کو ہیں دولت کونین ابھی
تو نے بخشا ہے جو غم ان پٹھے دامانوں کو
خلوتِ غارِ حرا سے ہے طلوعِ خورشید
کیا سمجھتے ہو تم اے دوستو دیوانوں کو
اہلِ دنیا تو چمن میں ہیں گلوں کے بندے
ان کے دیوانے تو جاتے ہیں بیابانوں کو
اہلِ دنیا کو ہے راسِ آبی یہ منافیِ دنیا
نعرۂ عشق و محبت ترے مستانوں کو
حسنِ منافیِ بُناں پر مرے کر گس لیکن
آہ صحرا ہو مبارک ترے دیوانوں کو
ہم نے دیوانوں سے سیکھی ہے محبتِ اختر
ہائے یہ درد کہاں ملتا ہے فرزانوں کو

(۲ فروری ۱۹۳۳ء - جنوبی افریقہ میں آخری پانچ اشعار کا اضافہ)



مانا غم زندگی دیگر اں کرتے ہیں ہم

درد دل سے جب کبھی آہ و فغاں کرتے ہیں ہم
اپنی آنکھوں سے بھی اک دیا رواں کرتے ہیں ہم

اپنے سجدوں سے زمیں کو آسماں کرتے ہیں ہم
اپنے اشکوں کو بھی رشک ککشاں کرتے ہیں ہم

خاک تن میں درد دل کو جب بناں کرتے ہیں ہم
اپنے آب و گل کو رشک آسماں کرتے ہیں ہم

ان کے غم کی رفعتوں کو یوں بیاں کرتے ہیں ہم
مانا غم زندگی دیگر اں کرتے ہیں ہم

اپنے ہر غم کو فدائے حباں جاں کرتے ہیں ہم
اس طرح سے اپنے غم کو جاوداں کرتے ہیں ہم



راز درد دل کبھی دل میں نہاں کرتے ہیں ہم
برسر منبر کبھی اس کو بیاں کرتے ہیں ہم

اپنا صحرا ان کے غم گئے گلستاں کرتے ہیں ہم
اور غارستاں کو رشک بوستاں کرتے ہیں ہم

اہل دل کی صحبتوں سے انتہر خستہ کو بھی
دل ملا ایسا کہ شرح دل بیاں کرتے ہیں ہم



جمع ضدین خوش غم

رضائے دوست کی خاطر یہ حوصلے ان کے
دلوں پہ زخم ہیں چسبھی یہ مکرلتے ہیں
عجیب مظہر اصداد ہیں ترے عاشق
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مکرلتے ہیں



اللہ اللہ عشق کی بے زبانی دیکھتے

ہے زباں خاموش اور آنکھوں سے ہے دریا رواں
 اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھتے
 حشر سے پہلے نہیں کرتے ہیں وعدہ دید کا
 رُبِ ارنی پر حبلال لن ترانی دیکھتے
 لب نموشانِ محبت کی نگاہ پاک سے
 اک نظر میں مردہ دل کی زندگانی دیکھتے
 عاشقانِ زرد رو کی چشمِ نم میں صبحِ دم
 ان کے جلوؤں کا یہ رنگِ ارغوانی دیکھتے
 جلوہ گاہِ حقِ دل عارف کی آہِ گرم میں
 بارگاہِ کبریا کی ترجمانی دیکھتے
 یوں تو عاشقِ بے زباں معلوم ہوتا ہے مگر
 رَسَق کی تفسیر میں حَبادو بیانی دیکھتے
 عاشقوں کا منبہ دل پر بیانِ دردِ دل
 وعظ میں آمیزشِ دردِ نہانی دیکھتے
 داستانِ زخمِ دلِ اخیستہ چھپاتا تھا مگر
 روزِ محشر داغِ دل کی گلِ فشانی دیکھتے



جی اٹھو گے تم اگر بسمل ہوئے



سینکڑوں غم سے ملی ان کو نجات جو تمہارے درد کے حامل ہوئے
تم نہیں حاصل تو کچھ حاصل نہیں تم ہوئے حاصل تو سب حاصل ہوئے
آپ تک لاتی جو موجِ رنج و غم اس پر تہِ بان سینکڑوں سال ہوئے
دردِ عشقِ حق بھی تم حاصل کرو لاکھ تم عالم ہوئے و فضل ہوئے
یک زمانے صحبتے با اولیاء جس نے پائی ہے وہی کامل ہوئے
آشنائے دردِ جان سوختہ دیکھ کر زندوں میں ہم شامل ہوئے
دیکھتے ہی دل مرا گھبرا گیا زاہدانِ خشک جب نازل ہوئے

اخترِ بسمل کی تم باتیں سنو
جی اٹھو گے تم اگر بسمل ہوئے



نہیں آتے نظر لیکن پر پرواز
آہوں کے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

زین پر ہیں مگر کیا رابطہ ہے عرشِ عظم سے
نہیں آتے نظر لیکن پر پرواز آہوں کے

بدھ دیکھو فدا ہے عشقِ فانی حُسنِ فانی پر
وہ اللہ پر ہیں قلب و جان اللہ والوں کے

تجھے دھوکہ نہ دے فانی بتوں کی عارضی رنگت
کبھی دیکھو گے تم قبروں میں ابتر حال لاشوں کے

جو اہل دل کے جوتوں سے لگے ہیں خاک کے ذرے
شرف حاصل ہے ان کو موتیوں پر تاج شاہوں کے



چمن میں جیسی ہوتی ہے عسادل کی پیرائی

کیس وہ مرتبے ہوتے ہیں صحراؤں میں زانگوں کے

وہ سب کے ساتھ رہ کر بھی خدا کے ساتھ رہتے ہیں

مگر کچھ اہل دل ہی آشنا ہیں ایسے رازوں کے

وہ کر گس جو کسی مردہ پہ ہوتا ہے فدا خستہ

وہ کیا جانے کہ کیا رتبے ہیں ان کے شاہبازوں کے



(۳ شہان ۱۴۱۴ھ، ۱۶ جنوری ۱۹۹۳ء، دہلی تانیر دینی طیارہ میں)



پریشانی حُسنِ شادانی دیوانہ حق

ہر حُسن مجھے خواب پریشانی نظر آیا

دیوانہ حق بس مجھے شاداں نظر آیا

چھایا ہے جب سے دل پہ تیری یاد کا عالم

ہر ذرہ مجھے منزل جاناں نظر آیا

مجھے تو پہ جہاں آسماں معلوم ہوتا ہے



گناہوں سے جو ظالم شادمان معلوم ہوتا ہے
مٹانا نفس کا اس کو گراں معلوم ہوتا ہے

جو ڈرتا ہے خدا کی راہ میں خونِ تمس سے
وہ ظالم ننگِ رو باہ جہاں معلوم ہوتا ہے

جو کر لے نفس اتارہ کو فتابو میں تو وہ سالک
فقیری میں بھی سلطانِ جہاں معلوم ہوتا ہے

یہ خاکی ذکر کی برکت سے ہے فوق السماں لیکن
زمین پر بھی نزولِ آسماں معلوم ہوتا ہے

دوامِ ذکر سے سننا ہوں مل جاتی ہے وہ نسبت
کہ ان کو بھولتے گراں معلوم ہوتا ہے

گذرتا ہے کبھی دل پر وہ غم جس کی کرامت سے
مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے



حقیقت میں ترا ہی آستماں داتا ہے عالم کا
مگر اسباب کا پردہ یہاں معلوم ہوتا ہے

کرم ہے دل پہ مالک کا بہ فیض مرشد کامل
کہ ہر ذرہ یہاں ان کا نشان معلوم ہوتا ہے

چمن میں جس کی تھی تنقید ہر دم ہر نشیمن پر
دحوال دیتا اسی کا آستیاں معلوم ہوتا ہے

ہمارے نالہ دردِ محبت پر تعجب کیا
یہ انعام نگاہِ بزرگانِ معلوم ہوتا ہے

خدا کے فضل سے نسبت جسے حاصل ہوئی اختر
پھر اس کا فیض فیض بے کراں معلوم ہوتا ہے



قرب کیا جانے جو دیدہ اشک باریدہ نہیں

اعتسابِ روزِ محشر سے جو لرزیدہ نہیں
ایسے ظالمِ نفس میں انجھام میں دیدہ نہیں
عشقِ ظالم سے یہ ناممکن ہے وہ صابر ہے
پھر تعجب کیا جو دردِ عشقِ سنجیدہ نہیں
بکس قدر مسرور ہیں اللہ والے ذکر سے
کوئی بھی ان کے سوا دنیا میں خندیدہ نہیں
نامِ روشن کر گئے مرکز کے حق پر عارفیں
مر گئے جو مرنے والوں پر وہ حق دیدہ نہیں
پا لیا جس نے خدا کو پایا سارا جہاں
کون کتنا ہے کہ اہلِ دل جہاں دیدہ نہیں
لذتِ قربِ ندامتِ گریہ و زاری میں ہے
قرب کیا جانے جو دیدہ اشک باریدہ نہیں



جس کو استغفار کی توفیق حاصل ہو گئی
 پھر نہیں جانتی یہ کہساکہ وہ بخشیدہ نہیں
 جب بصارت کی حفاظت سے بصیرت مل گئی
 ہو کے نادیدہ بھی اس کی آنکھ نادیدہ نہیں
 برکتِ تقویٰ سے جس کے ساتھ ہے فضلِ خدا
 اس کے پیچیدہ مسائل کوئی پیچیدہ نہیں
 اہلِ دل کی صحبتوں سے جو حقیقت میں ہوا
 لذتِ دُنیا سے فانی کا وہ گرویدہ نہیں
 روزِ محشر اے خدا اُسوا نہ کرنا فضل سے
 کہ ہمارا حال تجھ پر کوئی پوشیدہ نہیں
 کیفِ تسلیم و رضا سے ہے بہارِ بے خزاں
 صدمہ و غم میں بھی اخترِ رُوحِ رنجیدہ نہیں



(۲۳ شعبان ۱۴۱۴ھ جنوری افریقہ)



میرے طوفانوں میں بھی حل ہے

دردِ دل کے فیض یوں شامل ہے
میرے طوفانوں میں بھی شامل ہے

آہ جو محرومِ دردِ دل رہے
ان کے آبِ دگل بس آبِ دگل ہے

بعض نادان عسیر بہرِ تامل ہے
فائدہ کیا جب نہ وہ گمِ تامل ہے

جو بھی اہلِ اللہ سے تھے بدگماں
عسیر بھرنا بالغِ منزل ہے

علم کا پتہ دار جن کے دل میں تھا
ہو کے قابلِ بھی وہ ناقابلِ ہے



دامن رہبہ تھا جن کے ہاتھ میں
بس وہ رہروں کا منزل ہے

عمر بھر پیتے رہے جو خونِ دل
راہِ الفت میں وہی کامل ہے

راہِ حق میں گو بلا آتی رہی
میرے نالے حاصلِ منزل ہے

میرا جو عزمِ دائمِ غفلت ہوا
آپ کے غم میں وہ غم شامل ہے

داستانِ درد لے ختمِ سنو
بکس طرحِ دنیا میں اہلِ دل ہے



صیقت - خانقاہ

اہلِ دل کے دل سے نکلے آہ آہ
بس وہی اختر ہے اصلی خانقاہ

دل نہ وقتِ غمِ مباز کرو

ناز چھوڑو سرِ نبیاز کرو نفس کو اپنے شاہباز کرو
 ان کا دامن اگر چہ دُور سی ہاتھ اپنا بھی تم دراز کرو
 حُسنِ فانی سے کیوں ہے سرگوشی مُنہ سراپا سکوتِ راز کرو
 ان حسینوں پہ ڈال کر نظروں دل نہ وقتِ غمِ مباز کرو
 حُسنِ فانی سے کر کے صرفِ نظر چشمِ دل کو تم اپنی باز کرو
 یُمیا کی بھی کیا حقیقت ہے خوفِ حق سے جو دل گداز کرو
 نفرتوں کے یہ تذکھے کب تک واعظو! وعظِ دل نواز کرو
 دوستو! اہل دل کی صحبت سے روح کو آشنائے راز کرو

ہر نفسِ ذکرِ حق کرو خمتِ

غفلتوں سے نہ ساز باز کرو



کیا اثر ہے تری داستاں میر

گر نہ ہو درد دل قلب و جاں میں کیا اثر ہوگا اس کے بیاں میں
 لذت ذکر ہے قلب و جاں میں کیسی لذت ہے آہ و فغاں میں
 حُسن و سانی پہ جو بھی مرا ہے ہے ندامت اسے دو جہاں میں
 درس عبرت ہے چشمِ عنادل کس طرح عشقِ نم ہے خزاں میں
 حیثِ حسرت ہو یا کیفِ عشرت خواب ہے خواب سب اس جہاں میں
 قلب جن کا تھما ننگِ بیاباں ان کا شہرہ ہے ابگستاں میں
 آپ کے قرب کا کیفِ لذت ہے کہاں عشرت دو جہاں میں
 آہ نکلی ہے بے چسپین ہو کر کیا اثر ہے تری داستاں میں
 بال میں آگئی جب سفیدی کچھ نہیں چہرہ ارغواں میں
 اس جوانی کو پسیری میں دیکھا راکھ تھی راکھ آتشِ فشاں میں
 مجھ کو دھوکہ نہ دے رنگِ گلشن آہ صحرایہ بھی ہے گلستاں میں
 حاصلِ زندگی ہے یہ خستہ ہر نفس یاد اُن کی ہو جاں میں



عالم خاک ہے سماں نذر

ان کی منزل کبھی گلستاں میں
اور کبھی غم کے کوہ گراں میں

تربیت کا یہ راز نہاں ہے
خارجی تو ہیں اس گلستاں میں

نغمہ زن ہے بہاروں میں بلبل
اور کبھی چشم نم ہے خزاں میں

عبدیت کا توازن ہے قائم
صبر سے شکر سے اس جہاں میں

دونوں مرکب سے چل کر کے سالک
جا پہنچتا ہے باغ جناں میں

ہے خوشی یاں تو غم بھی ہے اے دل
ایک حالت نہیں اس جہاں میں



ہاں مگر ان کا اک ذرہ عنم
ہر نفس مست رکھتا ہے جاں میں

کیفیت پایا ہے دونوں جہاں کا
میں نے عاشق کے دردِ نہاں میں

آب و گل میں اگر دردِ دل ہے
عالمِ خاک ہے آسماں میں

ان کی یادوں کے صدقے میں اختر
پُرسکوں زندگی ہے جہاں میں



نقشبِ لازندگی

خوبرویوں سے ملا کرتے تھے میر
اب ملا کرتے ہیں اہل اللہ سے
مت کرے تحقیر کوئی میر کی
رابطہ رکھتے ہیں اب اللہ سے



فدا ان پر وہ لمحہ جاں کو

نہیں پائے گا جو زخمِ نہاں کو وہ کیا جانے گا پھر آہ و فغاں کو
 ترستا ہے وہ تاشیرِ بیاں کو نہ پائے جو محبت کی زباں کو
 نہ پاؤ گے حسرت کی بندگی سے جو حاصل ہے گروہِ عاشقان کو
 مٹا دے نفسِ امارہ کو اے دل اٹھا دیں گے حجابِ آسماں کو
 یہ ہے ہر لمحہ فدا انِ محبت فدا ان پر کرو ہر لمحہ جاں کو
 نہ پاؤ گے کبھی حباںِ محبت نہ ڈھونڈو گے اگر پیرِ مغان کو
 غما ہوں سے نہ باز آئے اگر تم عطا نسبت نہ ہوگی قلبِ جاں کو
 جو صحرا میں ہے سناٹے کا عالم کہاں حاصل ہے یہ ٹھوگستاں کو
 خداوند مجھے توفیق دے دے خدا کر دوں میں تجھ پر اپنی جاں کو
 گنہگاروں کے اشکوں کی باندی کہاں حاصل ہے خستہ کمکشاں کو



کبھی رابطہ آہ سحر سے

کبھی تو درد دل، درد جگر سے
 نہ ہو دل میں تری یادوں کا جلوہ
 کبھی ہے رابطہ آہ سحر سے
 تو پھر کیا فائدہ شمس و قمر سے
 وہ خود ظاہر ہے اپنی چشم تر سے
 بچل خوف اگر، خوف مگر سے
 اگر تو چاہتا ہے ان کی منزل
 ملا ہے جب سے لطف آہ صحرا
 خدا کے نور ہی سے دل ہے روشن
 ستاروں سے نہ خورشید و قمر سے
 اگر طوفاں کی زد میں ہے سفینہ
 دُعا مانگے ندائے بحر و بر سے
 ہر اک مجبور ہے آہ و فغاں پر
 بیاں کرتا ہوں جب زخم جگر سے
 زباں سے تو بیاں کرتا ہے لیکن
 ہوئی نسبت کی بارش بھی نظر سے
 چھپاتا ہے وہ اپنا درد نسبت
 مگر مجبور ہے اپنی نظر سے

جو اُن کی یاد سے غافل ہے خیر

مے گا کیا اسے شام و سحر سے



(جنوری ۹۳ء - جنوری ۹۴ء)



میں پوچھوں گا شہیدوں کے

کوئی پوچھے گلوں کے رنگ و بو سے
میں پوچھوں گا شہیدوں کے لہو سے
وفا کی راہ مت پوچھو حسد سے
مگر عاشق کی راہ جستجو سے
ملی تاثیر بھی آہِ حسد کو
کیا ہے رابطہ جب حق و حُوس سے
نہیں ہوتی ہے تکمیلِ محبت
مگر اے دوستِ خونِ آرزو سے
محبت ہو خدا کی یا نبی کی
کوئی سیکھے صحابہ کے لہو سے
کہاں لگتا ہے دل ان عاشقوں کا
انہیں مطلب ہے اپنی ہاہ و حُوس سے
نہ پنچپ منزلِ عشقِ خدا تک
لگایا جس نے دل کو غمیرِ حُوس سے
اگر رہنا ہے خستہ اُن کا بن کر
لگانا دل نہ فانی خوب رُوس سے



نئے دم عطا ہو رہا ہے

جو ہر دم حسدا پر حسدا ہو رہے ہیں
 وہ فانی بتوں سے حسدا ہو رہے ہیں
 وہ حسد کن تو قوی تر ہے لیکن
 نئے حسد و مینا عطا ہو رہے ہیں
 کبھی قلب دے کر کبھی حسد دے کر
 روئے عشق میں با وفا ہو رہے ہیں
 خوشی اپنی اُن کی خوشی پر ٹٹا کر
 ہم اب اہل صدق و صوفی ہو رہے ہیں
 کبھی پنی رہے ہیں لہو آرزو کا
 بسٹا کر خودی با حسدا ہو رہے ہیں
 تجھے ہوں مُبارک یہ اشکِ ندامت
 نئے بابِ اُلفت کے وا ہو رہے ہیں
 یہ شانِ کرم ہے کہ نالایقوں پر
 کرم ان کے ہر دم عطا ہو رہے ہیں
 محبت کی آنتہ کرامت تو دیکھو
 کہ سلطان ہو کر گدا ہو رہے ہیں



مجھ کو طوفانوں میں بھی ساحل دانا

ان کی جانب رفتہ رفتہ لے چلا
میرے کشتی کا مرا غم نہا خدا
خون حسرت پنی کے وہ عشرت ملی
عیش دو عالم ہوا جس پر خدا
میرے حسرت کی بہاروں کو نہ پوچھ
اہل عشرت بن گئے میرے گدا
سب کی عشرت دل سے باہر ہو گئی
میرے حسرت میرے دل میں ہے سدا
بے وفا عشرت ہے یا حسرت ہے میر
سوچ کر خود فیصلہ کر لو ذرا
ان کی رحمت میرے پر سایہ فلکن
خواجگی ان کی ہماری بندگی
گو بظاہر میرے ہے غم میں پڑا
خنجر تسلیم سے اے دوستو
جس طرح پالیں تو ان پر رہ خدا
اہل ظاہر کو خمبر سکا نہیں
ہو رہی ہے غیب سے صد جاں عطا
عشرتیں تو دشمنوں کو بھی ملیں
جان حسرت کو ہے جو عشرت عطا
ساری دنیا کے مزے فانی ملے
عاشقوں کو اپنا غم نہا خدا
قبر کی جانب ہیں جن کی مسزلیں
غیر فانی مجھ کو تیرا غم ملا
دشمنوں کو عیش آب و گل دیا
مستند ان کو نہ تو اپنا بنا
ان کو ساحل پر بھی طفیلی ملی
دوستوں کو اپنا درد دل دیا
مجھ کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا



پیشہ عمل کی ترجمانی ہے

حُسنِ فانی ہے عشقِ فانی ہے کون کہتا ہے جاودانی ہے
 وقفہ وقفہ سے آہ کی آواز آتشِ عنم کی ترجمانی ہے
 بیا بھروسہ مجازِ عالم کا عشقِ ان کا ہی غمِ فانی ہے
 راہِ تقویٰ کے عنم کا کیا کنا دوستو! رشکِ شادمانی ہے
 خونِ حسرت سے آہ و نالوں سے اپنی دُنیا الگ بنانی ہے
 اپنی خوشیوں کے خون سے لے لے شمعِ ایمان کی حبلانی ہے
 آہ سے اور چشمِ تر سے آہ کیسی تہدیر بے زبانی ہے
 دردِ نسبت کی دوستو تدبیر ہر نفسِ دل کی پاسبانی ہے
 مشغلہ اہلِ دل کا لے خستہ باغِ ایماں کی باغبانی ہے



پاکتی جان سلطانِ حباں کو

پائے گا جو بھی قطبِ زماں کو پائے گا جان میں حباںِ جاں کو
 جانے کیا تاجِ سلطانیت بھی لذتِ قربِ آہ و فغاں کو
 اپنے مالک پہ کر لو بھروسہ چھوڑ دو منکر ایسے فکر آں کو
 جانیں کیا ماہ و خورشید و انجم جو دیا حق نے بندوں کی جاں کو
 پالیا کر کے ترکِ تمنا مطلعِ قربِ خورشیدِ جاں کو
 آہِ فیضِ اسلامی مرشد! پاکتی جانِ سلطانِ جاں کو
 دونوں عالم سے پاؤ گے بہتر لذتِ نامِ ربِ جہاں کو
 جانیں کیا اہلِ غفلتِ جہاں میں قربِ اہلِ محبت کی شاں کو

لذتِ آہِ صحرا کی نہتہ
 کیا خیرِ بلبلِ گلستاں کو



نکھتا ہے کہیں رنگ گلستا باغبانی

اگر پانی نہ پائیں گل یہ ابر آسمانی سے
نکھتا ہے کہیں رنگ گلستا باغبانی سے

اسے لندن کے رنگ گل کی کچھ حاجت نہیں ہوتی
جسے ملتا ہے درد دل حسد کی مہربانی سے

نہ دیکھو ان نمک پاروں کو تم ہرگز نہیں دیکھو
کہ یہ تشنہ لہی جاتی نہیں نمکین پانی سے

نہیں برباد کرتا ہے وہ اپنے دیدہ و دل کو
ملی نسبت جسے قلبِ نظر کی پاسبانی سے

بہ فیض ذکر حق جو کیفیت ذکر دل میں پاتا ہے
کہاں ممکن ہے پائے گا وہ فانی گلشنانی سے

اگر دردِ محبت دل میں واعظ کے نہیں اختر
حقیقت پانہیں سکتے ہو اس کی خوش بمانی سے

(ہائے سے بیک برن جاتے ہوئے - ۱۰ ستمبر ۱۹۹۳ء)



رضائے حق میں اپنی آرزو بہر وقت فانی ہو

محسوس عاشق کی جب بھی داستاں اس کی زبانی ہو
تو اہل دل کے اشکوں سے نہ کیوں پھر قدر دانی ہو

اسے تقویٰ کا اور نسبت کا پھل مٹا یقینی ہے
مگر جس کے باغ دل میں اہل دل سے باغبانی ہو

جو درد دل سے اور آہوں سے اور شکوں سے منبری
کے شرح محبت پھر نہ کیوں جا دو بیانی ہو

ولایت اہل دل کی صحبتوں سے گو میر ہے
مگر یہ شرط ہے قلب و نظر کی پاس بانی ہو

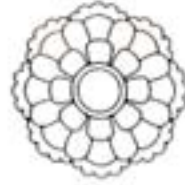
نہیں آساں ہے اسرار محبت کو بیاں کرنا
مگر واعظ کے دل کو بھی تو حاصل راز دانی ہو

بلا کرتا ہے درد دل بڑی خون تمنا سے
رضائے حق میں اپنی آرزو بہر وقت فانی ہو



فدا لیکن ہے اس ذرہ پہ ہفت اقلیم کی دولت
بصورت درد دل میں اگر درد نہانی ہو

ہزاروں غم اٹھائے جس نے ان کی راہ میں اختر
نہ کیوں پھر دکھ بھری لے دوستو اس کی کہانی ہو



گرم بازاری عشق

اکھمائے خون سے جب چشم تر کرتا ہوں میں
عشق کا بازار دل میں گرم تر کرتا ہوں میں
جب بتان حُسن سے صرف نظر کرتا ہوں میں
درد کی لذت سے راہ عشق سر کرتا ہوں میں
کر کے خون آرزو خون جگر کرتا ہوں میں
اپنی آہوں کا اثر یوں تیز تر کرتا ہوں میں
ہر قدم پر تاکہ حاصل ہو حیاتِ نو مجھے
ہر قدم پر زیرِ خنجر اپنا سر کرتا ہوں میں



چمن ہوں مگر آہ بیابانی نہیں جاتی

چمن میں ہوں مگر آہ بیابانی نہیں جاتی
 یہ کیا آتش ہے آہوں کی مسدا دانی نہیں جاتی
 میں گلشن میں ہوں لیکن فیض ہے یہ شیخِ کامل کا
 کہ میرے قلب سے صُوتے بیابانی نہیں جاتی
 نہ بانے کتنی نہریں میرے دریا سے ہوئیں جاری
 مگر پھر بھی مرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی
 رفو کرتا ہے دامن کو اگر چہ ان کا دیوانہ
 گریباں سے مگر چپک گریباں نہیں جاتی
 مزاجِ عقل کو الفت ہے اپنے ساز و سامان سے
 مزاجِ عشق سے بے ساز و سامانی نہیں جاتی
 فرد کستی ہے باتیں مختصر کر اُن سے لے ناداں
 محبت کی مگر تمہید طولانی نہیں جاتی
 نہیں کرتا ہے صدقِ دل سے توبہ جو گناہوں سے
 کسی بھی حال میں اس کی پریشانی نہیں جاتی
 مرے دریائے الفت کا عجیب سا بل ہے لے انتر
 کہ ساہل پر بھی ان موجوں کی طغیانی نہیں جاتی

(ری یونین، ۲۶ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ، ۱۳ ستمبر ۱۹۹۲ء)



کسی مخلص ضایع کوئی قربانی نہیں جاتی

کسی مخلص کی ضایع کوئی قربانی نہیں جاتی
کسی کے قلب سے جو آہ پنہانی نہیں جاتی

اگرچہ معاف کر دیتے ہیں وہ اپنی محبت سے
مگر میں کیا کروں میری پشیمانی نہیں جاتی

بتوں کی بے وفائی کا کیا ہے تجربہ تو نے
مگر اے نفس پھر تجھی تیسری نادانی نہیں جاتی

ترا پچپن یہ پچپن میں مجھے حیرت ہے اے نادان
بڑھاپے میں بھی تیری خوتے طفلانی نہیں جاتی

عجب رویش ہیں تیرے کہ گدڑی پوش ہو کر بھی
بہ فیض نور نسبت شان سلطانی نہیں جاتی

محبت میں کبھی ایسے بھی دن آتے ہیں اے اختر
کہ رونے پر بھی غم کی اشکبارانی نہیں جاتی

لندن ۱۶ ستمبر ۱۹۹۳ء



فہرست پر بھی شانِ سلطانِ نہیں جاتی

بھی گوشانِ دردِ دل کی پہچانی نہیں جاتی
رُحِ عارف سے لیکن شانِ تائبانی نہیں جاتی
زمانہ ہو گیا گلشن میں رہتا ہوں مگر پھر بھی
مری فطرت سے کیوں نچوئے بیابانی نہیں جاتی
ہزاروں شاخ میں تقسیم کر ڈالا محبت نے
مگر پھر بھی مرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی
ہزاروں فتنہ دگش میں ہوتے ہیں گھرے لیکن
جو ربانی ہیں ان کی شانِ ربانی نہیں جاتی
عناصرِ مضمحل پیری سے اہلِ اللہ کے بھی ہیں
مگر چہرہ سے ان کے پھر بھی تائبانی نہیں جاتی
اٹھا جاتا نہیں ہے بے سہارے پھر بھی یہ کیا ہے
کہ ان کے قلب سے مستی و جولانی نہیں جاتی



بظاہر فقر ہے دامن میں لیکن کیا ہے باطن میں
کہ جس سے پھر بھی ان کی شانِ سلطانی نہیں جاتی

گئے تھے مجھول مرشد پھولپوری نام بھی اپنا
حضورِ حق میں اپنی ذات پہچانی نہیں جاتی

کہوں میں کس طرح سے شانِ ان اللہ والوں کی
بباسِ فقہت میں بھی شانِ سلطانی نہیں جاتی

محبت کی کرامت میں نے اختر یہ بھی دیکھی ہے
لباسِ عقل میں بھی چاکِ دامانی نہیں جاتی

(ری یونین - ۱۳ ستمبر ۱۹۹۲ء)



مجاز - ایک سراب

آہ میرے شباب کا عالم اور دل کے کباب کا عالم
تھا مگر سب سراب کا عالم لب دریا شباب کا عالم

کھسی کے در پہ تو یارب نہ ہنڈی جاتی یہ پیشانی یہ

بجھی حسرت کے سر سے اس کی حرمانی نہیں جاتی
کوئی سمجھائے پھر بھی دل کی حیرانی نہیں جاتی
مگر دل کے تقاضوں سے جو تو بہ کی کسی دل نے
تو دل سے قربِ ربانی کی تابانی نہیں جاتی
خدا کے فضل کا سایہ جنہیں حاصل نہیں ہوتا
یہ دیکھا ہے کہ ان کی نحوے شیطان نہیں جاتی
پہ فیضِ مرشدِ کامل ملا جو فضلِ حسانی
تو پھر اس نفسِ امارہ کی کچھ مانی نہیں جاتی
بتوں کی بے وفائی کا ہوا ہے تجربہ تجھ کو
مگر اس تجربہ سے تیرے نادانی نہیں جاتی



حسینوں کی رنگا ہوں میں کسی کی پارمانی سے
بہ حب و عشق نفسانی پشیمانی نہیں جاتی

خرد نے گو کیا ہے میرے دامن کو رفوہر دم
مگر کیوں عشق کی یہ چپکانامانی نہیں جاتی

گناہوں پر ندامت سے یہ توبہ کی کرامت ہے
تک تائب سے کبھی ان کی مہربانی نہیں جاتی

ہمارا مرکز امید رحمت آپ کا در ہے
رکھی کے در پہ تو یارب یہ پیشانی نہیں جاتی

مرے دل کو جو بخشی تو نے آہوں کی فراوانی
مگر ماسدے میسری آہ پہچانی نہیں جاتی

مرے مالک کرم سے آپ نے جس پر نگہ ڈالی
پھر اس کی بندگی سے شان ربانی نہیں جاتی

کجھی مشکل میں بھی پڑتا ہے خستہ تو بھگدند
خدا کے فضل سے تہید پہنانی نہیں جاتی



(ہمدنعت شب ۲۰ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ، ۲۶ اگست ۱۹۹۶ء کراچی)



مجھ کو جینے کا سہارا چاہیے

مجھ کو جینے کا سہارا چاہیے
غم تمہارا دل ہمارا چاہیے
بجز اُلفت کا کتنا چاہیے
سر ہمارا در تمہارا چاہیے
غم میں بس ان کو پکارا چاہیے
ان کے ہوتے کیا سہارا چاہیے
لذت فریاد طوفانوں میں ہے
کون کہتا ہے کتنا چاہیے
حاصل ساحل مجھے طوفان میں ہے
تیرے جلوؤں کا نظارہ چاہیے
اپنی آہوں سے درجاناں پہ میر
اپنی بگڑھی کو سنوارا چاہیے



آپ پر ہر دم مندا ہو میری جاں
 غمیر کی مجھ کو نہ پروا چاہیے
 دست بکشا جانب زنبیل ما
 میرے سر کو تیرا سودا چاہیے
 آہستہ رختہ و دور افتادہ کو
 ان کی رحمت کا بلاوا چاہیے



گریہ رکار

بعض منانی و مردہ لاشوں پر
 میر کو پڑتے مناتھ دیکھا
 اور ان اشک ہائے الفت کے
 ضیاع ہونے کا سانحہ دیکھا



نعرۂ مستانہ مارا چاہیے

زندگی کو یوں گذارا چاہیے نعرۂ مستانہ مارا چاہیے
 آہ و نالوں کا سہارا چاہیے اور کوئی غم کا مارا چاہیے
 فرط غم سے جس کے دن کٹتے نہ ہوں مجھ کو ایسا ماہ پارا چاہیے
 ہر نفس پیستا ہو خون آرزو ایسا دیوانہ حنرا چاہیے
 قتل کرتی ہو جسے شمشیر عشق ہاں شہید زندہ ایسا چاہیے
 اب تو تنہائی سے گھبراتا ہے دل کوئی عشرت غم کا مارا چاہیے
 غم کے دو مارے کہاں نالہ کریں کوئی دریا کا کنا را چاہیے
 کلمات ہو یا بیباں ہو مگر تیرے ہی غم کا سہارا چاہیے
 حسرتوں سے بھاگتی ہے کائنات میری حسرت کو پکارا چاہیے
 سارا عالم روکش عشرت ہوا میری حسرت کا نظارا چاہیے
 زندگی جو زندگی سے دور ہو
 دل میں اس کے تھیر مارا چاہیے

سے حسن باطنی رکھنے والا یعنی صاحب نسبت، اللہ والا۔



جان دے دی میں اُن کا نام پُر

جان دے دی میں نے اُن کے نام پُر
عشق نے سوچا نہ کچھ اُن کا نام پُر
میر مت مرنا کسی گلشن نام پُر
خاک ڈالو گے انہیں اجسام پُر
رشک سب کرتے ہیں اس کا نام پُر
جی رہا ہوں میں تمہارے نام پُر
تُف ہے یارو طالبِ اکرام پُر
میں مُدا ہوں عاشقِ بد نام پُر
لڑ ہے ہوان سے کیوں دشنام پُر
بختنا پردہ ہے تمہارے کام پُر
کیا تعجب ہے ترے دشنام پُر
اور کیا برسے گا اس بد نام پُر
کیوں مُدا ہے میر تو آرام پُر
عشق ہوتا ہے مُدا آلام پُر



تقدیر بدل جاتی مضطر کی دعا سے

کشتی کا ناسخ دابھی ہے مشغول خدا سے
پالا پڑا ہے کیا اسے طوفان بلا سے
سنتا ہوں شبِ روزیہ موجوں کی صدا سے
غالب ہے قضا ہم پہ تری آہ و بکا سے
ماہی جو کرے نالہ و منریاد خدا سے
ممکن نہیں دوچار ہو محشر میں سزا سے
مایوس نہ ہوں اہل زمیں اپنی خطا سے
تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دعا سے
جب تک کہ نہ ہو آشنا تسلیم و رضا سے
زاہد کو مزہ آئے گا کیا اس کی جفا سے
پاتی ہے نظر ذوق نظر میری ندا سے
پاتا ہے جگر زخم جگر میری نوا سے
او بے خبر و بدگماں! رندوں کی وفا سے
دیوانہ اگر پھرتا ہوں میں تیری بلا سے
پروردہ نعمت کو بھی اس راہ جفا سے
اختر تجھے مانوس بنانا ہے دعا سے



تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

سارے عالم کو خاطر میں لائے نہ ہم
جانے کیا پاگتے جان عالم سے ہم

صبح گلشن نہ ہو کیوں مری شام غم
غم ہی میں پاگتے آپ کو بھی تو ہم

لب ہیں خنداں جگر میں ترا درد و غم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

میرا مقصود ہرگز نہیں کیف و کم
تیری مرضی پر سر میرا تسلیم خم

ہو رہا ہے ترا درد کیوں بیش و کم
راز دار محبت سے پوچھیں گے ہم

تھمتے تھمتے اگر اشک جابیں گے تھم
آتش عنم مرے دل میں ہوگی نہ کم



اپنے مالک کو رضی کریں خوب شام

جس کے دل میں نہیں ہے ترا درد و غم
ہو کے انساں نہیں جانور سے وہ کم

دوستوں کو تم کچھ مری داستاں
ایک دن پھر نہیں ہوں گے دنیا میں ہم

خاکِ تن میں نہیں ہے اگر دردِ دل
کوئی قیمت نہیں خاکِ چہں صرف ہم

دو جہاں میں کوئی میری قیمت نہیں
ہاں اگر آپ کی ہو نگاہِ کرم

صحبتِ اہلِ دل سے ملا دردِ دل
ورنہ پاتے کہاں سے یہ دولت بھی ہم

دردِ دل سیکھنا ہے اگر دوستو
ساتھ میرے رہو پھر کھائیں گے ہم



سارے ارض و سما اور شمس و قمر
 دیکھ کر پانگے اپنے حنا لوق کو ہم
 دل کے ملنے کی ہے بات کچھ اور ہی
 ساتھ رہتے ہیں گو ایک مدت سے ہم
 سختیاں شیخ کی ہیں فنا کے لیے
 مت سمجھ مت سمجھ اس کو ہرگز ہستم
 اختر بے نوا کی صدائیں سنو
 اپنے مالک کو راضی کریں خوب ہم
 (ری یونین ۹۲ء)



دستگیری حق

مہربانی سے دستگیری کی داستاں سن مری فقیر می کی
 تھک گیا جب بھی راہ میں اختر لاج رکھ لی ہے اس نپے پیری کی

کراچی سے لندن جاتے ہوئے طیارہ میں ۱۶ ریح الثانی ۱۳۱۶ھ ۱۳ ستمبر ۹۵ء۔

عشق جب بے زبان ہوتا ہے

عشق جب بے زبان ہوتا ہے رشکِ صدما بیان ہوتا ہے
 سُر بوقتِ سجودِ عارف کا فوقِ ہفت آسمان ہوتا ہے
 دردِ دل کا زبانِ بے عمل سے آہ کیسا بیان ہوتا ہے
 فیضِ مُرشد سے ہو گیا محروم جب کوئی بدگمان ہوتا ہے
 جو محافظ نہیں نظر کا آہ! زیرِ تیر و کمان ہوتا ہے
 کیسے پائے گا قرب کی منزل جب کوئی وقفِ نان ہوتا ہے
 دیکھ لو شانِ فیضِ پیغمبرؐ شتر باں حکمران ہوتا ہے
 منزلِ قرب سے جو گذرے گا مسنزلوں کا نشان ہوتا ہے

سارا عالم کرے گا کیا خیر

جس پہ حق مہربان ہوتا ہے



درد دل کا امام ہوتا ہے

جذب جس کا امام ہوتا ہے راہ میں تیسرا گام ہوتا ہے
 دل سے ان کا سلام ہوتا ہے عشق جس کا امام ہوتا ہے
 جس کا رہبر نہ ہو تو پھر اس کا نفس بھی بے لگام ہوتا ہے
 دوستو درد دل کی سب میں درد ، دل کا امام ہوتا ہے
 یہ کرامت ہے شیخِ کامل کی فیض طالب کا عام ہوتا ہے
 رائیگاں آہ تو نہیں ہوتی فضل اس پر بھی تام ہوتا ہے
 کار فرما تو لطف ہے ان کا ہم سلاموں کا نام ہوتا ہے
 عالمِ غیب کے ہیں جام و سبو جام ان کا ہی جام ہوتا ہے
 گر نہ ہو دوستو کرم ان کا عمر بھر عشقِ خام ہوتا ہے
 اشکباری پہ فضل باری ہو تب کہیں جا کے کام ہوتا ہے
 مگر مرنے نہ ہو کوئی اس کا عشق بھی بے نظام ہوتا ہے
 ذکر و تقویٰ کے نور سے خستہ نور نسبت تمام ہوتا ہے



گر خدا چاہے تو پہلے عاقل برابر ہو

عشق کا اے دوستو! ہم سب کا یہ معیار ہو
متبعِ سنت ہو اور بدعت سے بھی بیزار ہو

اتباعِ سنتِ نبوی سے دل سرشار ہو
نورِ تقویٰ سے سراپا حایل انوار ہو

عاشقِ کامل کی بس ہے یہ علامتِ کاملہ
جاں فدا کرنے کو ہر دم سربکف تیار ہو

عشقِ سنت کی علامت ہر نفس سے ہو عیاں
خواہ وہ رفتار ہو، گفتار ہو، کردار ہو

صحبتِ مُرشد سے نسبت تو عطا ہو گی مگر
اجتنابِ معصیت ہو ذکر کی تکرار ہو

عشقِ کامل کی علامت یہ سنا کرتا ہوں میں
آشنائے یار ہو، بے گانہ غمبار ہو

ہے یہی مرضی خدا کی ہم مرثا دیں نفس کو
گرچہ وہ سارے جہاں کا بھی کوئی سردار ہو



اس کی صحبت سے نہیں کچھ فائدہ ہوگا کبھی
بے عمل کوئی محبت کا علمبردار ہو

جب کسی بندہ پہ ہوتا ہے خدا کا فضلِ خاص
دُم میں وہ ذوالنور ہوگا گرچہ وہ ذوالنار ہو

عمر بھر کا تجربہ خستہ کا ہے یہ دوستو
مگر خدا چاہے تو پہلے عاشق ابرار ہو



فیض کسب کا عمل

مری رسوائیوں پر آسماں رویا زمیں روئی
مری ذلت کا لیکن آپ نے نقشہ بدل ڈالا
بہت مشکل تھا میرے نفس امارہ کا چیت ہونا
ترقی تدبیر الہامی نے اس کا سر کچل ڈالا

رحمت کا تری سر پہ مرے آبتار ہو

سجدہ میں سر ہو چشم بھی یوں اشکبار ہو
رحمت کا تری سر پہ مرے آبتار ہو

غالب نہ نفس پر کبھی شہوت کی نار ہو
دل میں نہ مرے غیر کا کوئی بھی حار ہو

میرے لبوں پہ ذکر ترا بار بار ہو
پھر دل بہ فیض ذکر مرا پڑ بہار ہو

ہم سب کو تیری یاد سے حاصل قرار ہو
دل بھولنے سے تجھ کو بہت بے قرار ہو

ہر اک غناہ سے مجھے یارب فسار ہو
یک لمحہ عاصیوں میں نہ میرا شمار ہو

بستی ہو یا چمن ہو کہ وہ کو ہسار ہو
جاؤں جدھر بھی دل مرا تجھ پر نثار ہو

اپنے کرم سے بھیک مجھے منفرت کی دے
بندہ ترا مشر میں نہ یہ شہسار ہو



یا رب ترے کرم سے یہ کچھ بھی نہیں بے
رحمت بروز حشر تری بے شمار ہو

عاصی اگر ہو متقی ترکِ گناہ سے
پھر تاجِ ولایت کا وہی تاجدار ہو

یا رب فدا ہو تجھ پہ اس آستہ کا ہر نفس
توفیقِ ایسی آپ کی لیل و نہار ہو

(ذوالکھرجہ ۱۴۱۲ھ کو لکھی)



زندگی کے دو رخ

گئی وہ بھول جمالِ رخِ مہ و انجم
مری نظر جو رخِ آفتاب سے گذری
یہ کائنات اسے تنگ تھی بہ اینِ سعادت
کوئی حیات جو اس کے عتاب سے گذری

جامِ مہینا کی منہ سداوانی

جس پہ ہوتا ہے فضلِ رحمانی
ترک کرتا ہے کارِ شیطانی
دوستو دردِ دل کی دولت کو
دل میں پاتے ہیں صرف ربّانی
حاصلِ دردِ اہلِ نسبت کو
خلق کہتی ہے دل سے یزدانی
شیخِ کامل سے جو ہے مستغنی
پائے گائے کیے نعلِ رحمانی
فسق کرتا ہے دُور منزل سے
پیرِ تیرا ہو گر چہ لاشانی
فیضِ مُرشد کی یہ کرامت ہے
کوئی رومی ہے کوئی خاقانی
مست رکھتی ہے سارے عالم سے
دل میں لذتِ دردِ پنہانی



کیا حلاوت ہے اس کے بیٹنے میں
 جس کو ملت ہے جامِ عرفانی
 میر میرے دل شکستہ میں
 جام و مینا کی ہے نراوانی
 رنگ دیکھو تو بزمِ عارف کا
 کیسی مستی ہے کیسی جولانی
 رشک کرتے ہیں اہلِ ساحلِ سب
 دیکھ کر موجِ دل کی طغیانی
 زند پاتا ہے حنا تھا ہوں سے
 اپنے ایماں میں کیفِ احسانی
 جب ملا دردِ خونِ حسرت سے
 کیا کموں اس کا ذوقِ ایمانی
 صحبتِ اہلِ دل کی برکت سے
 دل میں خستہ ہے کیسی تابانی

(کراچی۔ شب ۱۳۔ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ)



میں نے غم بھی بہت اٹھائے میر

داغِ حسرت سے دل سجاتے ہیں
تب کہیں جا کے ان کو پاتے ہیں
قلب میں جس کے جب وہ آئے ہیں
اپنا عالم الگ سجاتے ہیں
ان حسینوں سے دل بچانے میں
میں نے غم بھی بہت اٹھائے ہیں

حُسنِ منانی کے پکڑوں میں میر
کتنے لوگوں نے دن گنوائے ہیں

شکلِ بگڑی تو بجاگ نکلے دوست
جن کو پہلے منزلِ منائے ہیں

منزلِ قرب یوں نہیں ملتی
زخمِ حسرت ہزار کھائے ہیں

کام بنتا ہے فضل سے آخرت
فضل کا آسرا لگائے ہیں



اُڑ گیا رنگِ حُسنِ فانی کا

جن کا نقشہ تھا کل جوانی کا
کیسا دیکھا تھا ہو گئے کیسے
بل گئے خاکِ قبر میں کتنے
یہ جہاں گر گیا نگاہوں سے
میرا ب دل کو کس سے بہلائے
دل لگا بس خدا سے اے ظالم
شیخِ کامل کے فیض سے دل ہے
خاکِ تن کو عطا ہو ان کا غم
حال دیکھو تو اللہ والوں پر
سُن لو قصہ زبانِ اختر سے
ہے لقب آج نانا نانی کا
کیا بھروسہ ہے اس جوانی کا
ناز تھا جن کو زندگانی کا
جب کھلا حال دارِ فانی کا
اُڑ گیا رنگِ حُسنِ فانی کا
خوف کر موت ناگہانی کا
حائل کیسے جب اودانی کا
ہے سہلہ ان کی مہربانی کا
مستیِ خمیرِ آسمانی کا
اس کے دل کے غم نہانی کا



ہے عجم اس کا پھینے پڑ

میر رہتا تھا جو گینے میں
دیکھو بیٹھا ہے کس سینے میں
زندگی گرفتار ہے مالک پر
کیا علاوت ہے اس کے سینے میں
بے بیانی بھی ہے بیاں اس کا
درد نسبت ہے جس کے سینے میں
ہے خفا جس سے پالنے والا
کوئی جینا ہے اس کا سینے میں
دوست و سب کرم ہے مالک کا
خوبیاں کیا ہیں اس کینے میں
راہ سُنّت پہ جو چلے اُختہ
ہے عجم اس کا پھر مدینے میں

(ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۹۰۵ء کراچی)

لے مُرادِ احقر ہے جس کا وطن گینہ ضلع بجنور ہے۔ احقر اس نعمتِ عظمیٰ کا اگر ساری عمر کوڑوں بارشکر
اداکرے کہ حضرت والا مجھ جیسے پاک کو اشعار میں مخاطب فرماتے ہیں تو حق شکر ادا نہیں ہو سکتا۔
(فردوسِ دہلی، نمبر نغمہ دہلی، ص ۱۰۰) (احقر میر عفا اللہ عنہ)



میرزا نہ حسن فانی پر

میرزا نہ حسن فانی چہر
حسن فانی کے رنگ فانی پر

جس کا پانی بدلنے والا ہو
میرزا نہ ایسے پانی پر

ہے گلستاں میں جس سے شادابی
ہوں خدا اس کی باغبانی پر

جو جوانی خدا پر ہو
میں ہوں مستربان اس جوانی پر

دل خدا اپنے رب پہ کراختر
کھر مجھ کو نہ زندگانی پر



خاک پر نزلِ آسماں مل گئی

نصرتِ درویشِ بُستاں مل گئی قربتِ صاحبِ آسماں مل گئی
 نسبتِ اولیائے زمانِ مل گئی دولتِ فیضِ پریرِ مفاں مل گئی
 ان کی یادوں کی آہ و فغاں مل گئی دوستو! دولتِ دو جہاں مل گئی
 راہ میں صحبتِ ہر سہراں مل گئی خاک پر نزلِ آسماں مل گئی
 دامنِ کوہ میں دامنِ فست میں لذتِ قربِ سلطانِ جاں مل گئی
 مل گئی جب سے توفیقِ ذکرِ خدا روج کو راحتِ دو جہاں مل گئی
 ربطِ گلشن کی کیا یہ کرامت نہیں دشت میں راحتِ آشیاں مل گئی
 ان کی خاطر اٹھایا جو حسرت کا غم روج کو عشرتِ دو جہاں مل گئی

صحبتِ شیخِ کامل سے اختر کو بھی
 لذتِ راہِ ربِ جہاں مل گئی

ری یونین ۲، ستمبر ۱۹۹۳ء



آکا و نالوں سے مٹ گئے ظلمات

آکا و نالوں سے مٹ گئے ظلمات ان کی یادوں سے مل گئے نغمات
 ہر نفس میرا ان سے باتیں ہیں ان کے عاشق کے ہیں یہی درجات
 غیر فانی بہار عشرت ہے تلخ حسرت کے ہیں یہی ثمرات
 میرے کہتے ہیں سرد آہوں پر گرمی وصل کی ملی سوغات
 کس قدر تمنائیاں ہیں غیروں میں کاش اپنوں میں رہتے ہم ہیسات
 مرنے والوں پہ مرنے والوں پر سینکڑوں غم ہیں سینکڑوں آفات
 کاش مرتے ہم اپنے خالق پر اور پاتے ہم ان سے انعامات
 ہمارے شہوت کو نور حق سے بچھا
 پیر رومی کے ہیں یہ ارشادات



وہی لمحہ بہا زندگی ہے

غم پہناں مستاع زندگی ہے
رموز عاشقی و بندگی ہے

مری آنکھوں کی ٹھنڈک حبان عالم!
تری چوکھٹ پہ سدا گزندگی ہے

متاع ہر دو عالم اس کو حاصل
جسے حاصل کمال بندگی ہے

موانع نذر ہیں دست جنوں کے
بڑے ہی کام کی دیوانگی ہے

اُربیرگانگی ہے تجھ کو گل سے
چمن میں بھی تجھے افسردگی ہے

جو ان کی یاد میں گذرا ہے خستہ
وہی لمحہ بہا زندگی ہے



رشک کرتا ہے زیر پر آسماں

کیا کہوں میں دردِ دل کی داستاں جس کی برکت سے مٹی آہ و فغاں
 ہو مبارک تجھ کو اے آہ و فغاں ان کی جانب سے کرم پایا عیاں
 جب سُنو گے داستانِ عاشقاں پھر ملے گی تم کو بزمِ دوستاں
 دوستو یہ دردِ دل کا بوستاں ہے عطائے دوست بہرِ دوستاں
 جب زمیں پر روتے ہیں مستغفراں رشک کرتا ہے زمیں پر آسماں
 سیکڑوں جاں کی ہے بارشِ ہر زماں ایسی جاں پر جو خدا ہو تجھ پہ یاں
 جب بھی دیکھا ہے سکوتِ عاشقاں ان کی خاموشی ہے رشکِ صبریاں
 جس کے آبِ و گل میں دردِ دل نہ ہو جہمِ حنا کی ہے فقط اے دوستاں
 دل مرا مضطرب ہے تیرے لیے ہے یہی بس حاصلِ ہر دو جہماں
 جب سے تیرا غم ملا ہے اے خدا رہتا ہے ہر وقت خستہ شادماں

(جنوبی افریقہ ۲۸ شبان ۱۳۱۳ھ - ۱۰ فروری ۱۹۹۴ء)



تم نے دیکھی برکتِ آہ و فغاں

اہلِ ظاہر مبتلائے این و آں
قلبِ عارف عاشقِ ربِّ جہاں

ہیں سلامت اہلِ دل کی کشتیاں
تم نے دیکھی برکتِ آہ و فغاں

جس نے دی غمِ خدا پر اپنی جاں
عمر بھر پایا اسے نوحہ کناں

بے اثر ہے اہلِ ظاہر کا بیاناں
بے زباں عاشق ہے رشکِ صہبیاں

ہاتھ پھیلاتے کھڑے درپر ہیں یاں
مکرنہ حسالی ہاتھ واپس شاہِ جاں

دوست یادِ دوست میں گریہ کناں
عرشِ عظیم پر ہے ساکن اس کی جاں

آپ کا بے حد ہے اختہ پر کرم
ورنہ یہ گھر آپ کا اور میں کہاں

(۵) رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ (۲۰۰۱ء)



صحبتے با اہل دل با عاشقیاں

طاہر خستہ کا خستہ آشیاں
کیوں حسد ہے اس سے تجھ کو باغبان
کو نظر اپنے عذابِ ظلم پر
لگ نہ جائے آہ! آہ بے کساں
طاہر مسکین کو گلشن میں نہ چھیڑ
سنگِ دل کچھ سُن بھی فریاد و فغاں
جو نہیں ڈرتا ہے اپنے ظلم سے
اس کو پایا ہم نے ہر دم سرگراں
روتے زرد و آہِ سرد و چشمِ تر
دوستو یہ ہے نشانِ عاشقیاں
وردِ دل کے واسطے دربانِ دل
صحبتے با اہل دل با عاشقیاں
جو بھی خستہ صاحبِ نسبت ہوا
اُس کو پایا ہم نے ہر دم شادماں
دیکھ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ نیوزی،



حسرتوں کی پیرول بہت مہماں

حسرتوں کے زخم سے ہے خوں رواں
عشق کا ہوتا ہے یوں ہی امتحاں
میرے خون آرزو کا یہ سماں
رو رہا ہے دیکھ کر کے آسماں
ہیں زمیں پر ایسی بھی کچھ ہستیاں
زُشک جن پر کرتے ہیں کروہیاں
جس جگہ گرتا ہے خون آرزو
لے لے نہ لے بوسہ کہیں خود آسماں
بستیاں حسرت زدوں کی دیکھ لو
ان کی ویرانی میں ہے جنت نہاں
حسرتوں کے زخم سے ہے خوں رواں
اب نہ لو یارو ہمارا امتحاں
عشرتیں خستہ ہیں دل سے دُور دُور
حسرتیں دل کی ہیں دل میں مہماں



چشمِ ترعرہ چو چاکِ گریباں پایا

عشقِ حسنا سے ہر دل کو پریشاں پایا
شکلِ بگڑھی تو انہیں سخت پشیمان پایا
ذکر کے فیض سے دل رشکِ گلستاں پایا
اور غفلت سے گلستاں کو بیباں پایا
رہِ تقویٰ کے غموں سے نہ تو گھبرا سکا
نفس کو عنم ہو مگر روح کو شاداں پایا
نفسِ دشمن کے غموں سے جو تو گھبرائے بے
لذتِ عشقِ خدا سے تبھے ناداں پایا
جس نے مرشد سے لیا خونِ تمنا کا سبق
اس کے دل میں ہمہ دم جلوۂ جاناں پایا
کیا کہوں آہ وہ مرشد تھا مرا کیا خستہ
چشمِ ترعرہ چو چاکِ گریباں پایا



(کراچی - ۱۲، ریجھ الاول ۱۳۱۷ھ بوقت تین بجے شب)

دعوتِ حق کو وسطے دوستوں کی

عشقِ بتوں کے کرب سے کلفت دو جہاں ملی
ذکرِ خدا کے نور سے فرحت دو جہاں ملی

اے مرے خالق جہاں تجھ پہ فدا ہو میری جاں
لذتِ ذکر سے ترے راحت دو جہاں ملی

جو بھی خدا ہے دوستو! خالقِ کائنات پر
اس کی خزاں میں بھی مجھے خوشبو سے بوستاں ملی

دیکھ کے میری چشمِ ترا، سن کے ہماری آہ کو
ان کو ہمارے عشق کی مفت میں داستاں ملی

آپ کی یاد اے خدا حاصلِ کائنات ہے
آپ کے نام سے مجھے نعمت دو جہاں ملی

اخترِ بے نوا کو بھی تیرے کرم سے اے خدا
دعوتِ حق کے واسطے مخلص دوستاں ملی

(ری یونین، ۱۸ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ / ستمبر ۱۹۹۲ء)



اثر ظاہر ہوا الا سحر کا

ہے بدلائگ دشمن کی نظر کا
اثر ظاہر ہوا آہ سحر کا

وہ آ کر میرے مجھ سے پوچھتے ہیں
میاں کیا حال ہے درد بگر کا

برنگِ فقیے تو میں نے پوچھا
کہاں ہے نور خورشید و مگر کا

ہوئی سی وہ صورت سامنے ہے
کبھی شہرہ تھا جس کے گرد سحر کا

پڑا پالا جسے عشق بُتاں سے
نہ پوچھو خونِ دل خونِ جگر کا

ملو تو با کے اہل درد دل سے
عجب ہے کیفِ واں شامِ دسحر کا

کون قلب ہے انعامِ اختر کا
حسینوں سے میاں صرفِ نظر کا



نہ کر توہین تو بنا شیر آہ بے زبانی کی

جسے بخش ہے دولت حق نے اپنی رازدانی کی
محبت ہو نہیں سکتی اسے دُنیا سے فانی کی
بدلتا ہے کبھی جغرافیہ ایسا حسینوں کا
کہ تاریخیں بدل جاتی ہیں جس سے حُسن فانی کی
بخاڑہ حُسن کا جب دفن ہو پیری کی قبروں میں
سنوں کیا آہ ان کی داستاں عہد جوانی کی
میں اب تاریخ ان کے حُسن کی کس طرح دہراؤں
نہیں وقعت ہے کوئی حُسن فرستہ کی کہانی کی
نہ ہوتا بدگماں ناداں کبھی اہل محبت سے
جو ہوتی آگہی ظالم کو کچھ درد نہانی کی
رہا تا عمر وہ محروم اہل دل کی صحبت سے
کہ جس نے کبر کے باعث ہمیشہ بدگمانی کی



ہزاروں بستیاں ویران ہیں از آہِ مظلوماں
نہ کر توہین تو تا شہرِ آہِ بے زبانی کی

نہیں پاتا شفا دکتور خود اپنی دوا اول سے
کمرے ہے جب تو دکتور بھی دکتورِ شامانی کی

بدون صحبت مرشد تجھے کیسے شفا ہوگی
نہیں جب شیخِ اول جب تو کر شیخِ شامانی کی

ہمارے پھول پھل جو دیکھتے ہو دیکھنے والو
ہمارے شیخ نے اختر کے دل میں باغبانی کی

(ری یونین - ۱۳ ستمبر ۱۹۹۲ء)



یہیں تن کو دے کر یہیں جہاں خریدنا
تن دفن ہے لحد میں جاں ہے فلک پہ تاباں
اس تن میں کیا دھرا ہے اک دن لے فنا ہے
اس جان و تن کو لے کر چل میر سوتے جاناں

خوب گذریں گے تیرے پس و نہا



مجموعہ اکرام ۱۴۰۵ھ کو حضرت والا بیض خاص احباب کی دعوت پر
منڈو جام تشریف لے جایا ہے تھے۔ یہ اشعار ریل میں وارد ہوئے۔
احقر میر عفا اللہ عنہ



خُن سے جس کے میر تھے سرشار
اس کی صورت سے اب ہیں کیوں بے زار

عشق و فانی کے لطف خواب ہوئے
سر پہ ہے بار معصیت کا سوار

ان کی نظروں میں میر ہیں رسوا
دین و ایماں کیب تھا جن پہ نیشار

میر رہتے ہیں عشق کے بیمار
مجھ کو پاتے ہیں اپنا وہ تیمار



ان بُتوں کو نہ دیکھ تو زہن سار
عقل کھو دے گا ورنہ تو اے یار

عشق لے چل بجان بصر
حُسن والوں سے قلب ہے بے زار

مے کدہ میں رکھا ہے مُنڈ و جام
اور صحرایہاں کا ہے گل زار

میر آفت ہے صورت کلف نام
ترک صورت کرو یہ ہیں سب حنا

ایسی عشرت کہ جس سے ہو کلفت
اپنی حسرت ہے اس سے بہت یار

خار کھاتے ہیں میں میہ کیوں گل سے
دے گی کمی ان کو وادی پُر خار

جب بٹے مے حلال کی پٹی لے
پڑ نہ پیچھے حرام کے زہن سار



چند حسرت بھرے دلوں کے ساتھ
خوب گزریں گے تیرے لیل و نہار



بریل میں جب یہ اشعار حضرت والا تحریر فرما چکے تو اترنے پر چہینے
کے لیے ہاتھ بڑھایا تاکہ پڑھ سکوں تو حضرت والا نے اپنا دست مبارک
بھیج لیا اور جہستہ یہ شعر فرمایا۔

دستِ درازِ میرہ کو اس نے قلم کیا
پائیں گے میر کس طسح زلفِ دراز کو

بھان اشد! حضرت والا کا یہ خاص انداز تربیت ہے جو محبت آمیز اور محبت سے لبریز
ہوتا ہے اور حضرت والا کے مزاجِ محبت کا عکاس ہے جس کی برکت سے اہل محبت سالکین
کے قلوب دنیائے مجاز سے مستغنی ہو کر عشقِ حقیقی سے سرشار ہو جاتے ہیں۔
(اقترا میر عفا اللہ عنہ)



تفاحِ مومن

یہ زمین و آسماں شمس و مہتر میری خاطر ہے جہان بھر و بر
ہے مے ہی واسطے ان کا وجود میں نہ ہو گل ہوں گے نیروزِ بر



میرے نظاروں میں

میرے آؤ بھی گلمتہ نزاروں ہیں
ہے کہاں چین بے قراروں ہیں
اک حیس ہو تو دل سے دے دوں
سخت مشکل ہے ان ہزاروں ہیں
نمون ارماں سے قلب رنگیں کر
میر رکھا ہے کیا نظاروں ہیں
ایک پل کو سکون نہیں ملتا
دیکھ بلبل کو ان ہزاروں ہیں
اپنے قلب و نظر بچا لینا
کون جیتتا ہے ان سہاروں ہیں
دل حندا پر فدا کرو آخرت
کچھ نہیں عارضی ہزاروں ہیں

سے مراد اہل اللہ ہیں



رب دے یا ہے کو کا گلشن

جو حیس کل تھے رونق گلشن
لگ رہے ہیں وہ آج دشتِ دمن

میں فدا قلب و جاں سے ان پر ہوں
بہن کی صحبت سے دل ہوا روشن

رب ہے کافی مری حفاظت کو
لاکھ چاہے بُرا اگر دشمن

مگر حفاظتِ نظر کی اے ظالم
کرہ ویران قلب کا گلشن

حُسنِ منانی ہے گر نہ مانے تو
حُسن کو حبا کے دیکھ در مدفن



یاد ان کی ہے چشم بھی ہے نم
لب دریا ہے کوہ کا دامن

مری قسمت کا سید کیا کہتا
ہاتھ میں گرنی کا ہو دامن

راہ حق کا سدا ایک خار اختر
رشک ریحان و سنبل و سوسن

(ہفتہ، محرم الحرام ۱۴۱۵ھ - بن گراں ضلع، پنج آباد کشمیر)



انجام عشق مجازی اور عشق حقیقی

جہاں رنگت بویں رنگ گونا گوں کا منظر تھا
مگر ہر اہل رنگت بو کا حال رنگت اتر تھا
نظام رنگت بوسے ہو کے جو مافوق جیتا تھا
اسی مست خدا کا رنگ ہر دم رنگ خوشتر تھا

مبارک مجھے پہرہ پڑانیاں ہیں

زباں سے تو لے دوست شہبازیاں ہیں
بہ باطن مگر آہ خفا شایاں ہیں

حقارت سے مت دیکھ ان عاصیوں کو
کہ تو بہ کی برکت سے درباریاں ہیں

جو پرہیز کرتے نہیں معصیت سے
انہیں راہ میں سخت دشواریاں ہیں

گناہوں کے اسباب سے دور ہو گے
تو مسندل میں ہر وقت آسانیاں ہیں

دوائے دل سا لکاں عشقِ حق ہے
دلوں میں بہت گرچہ بیماریاں ہیں

رہ حق میں ہر عہد سے کیوں ہے گریزاں
رہ عشق میں کب تن آسانیاں ہیں



یہ خون تمنا کا انعام دیکھو
جو ویرانیاں تھیں وہ آبادیاں ہیں

سدا ان کی مرضی پہ اپنی رضا کر
فقیری میں دیکھے گا سلطانیاں ہیں

ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے مسیری ویرانیاں ہیں

جو پیتا ہے ہر وقت خون تمنا
اسی دل پہ نسبت کی تابانیاں ہیں

تجلی ہر اک دل کی خستہ لگ ہے
مہربانیاں، جیسی خستہ بانیاں ہیں



زمین کو کام ہے کچھ آسمان سے

کیا ہے رابطہ آہ و فغاں سے
زمین کو کام ہے کچھ آسمان سے
ندامت تجھ پہ ہو رحمت خدا کی
دلا دی مغفرت رب جہاں سے
تو کر لے خوش خدائے گستاں کو
نہیں پالا پڑے گا چھ خزاں سے
وہ چھٹا جاتا ہے ہر اہل لغت پر
بیاں کرتا ہے جو درد نہاں سے
اگر مطلوب ہے درد محبت
تملق کر گروہ عاشقتاں سے
ہزاروں غم اٹھا کر جان سالک
مقرب ہو گئی مولائے جاں سے
سنو پیمانہ خستہ گوش دل سے
فدا ہو تم خدا پر قلب و جاں سے



کیا زلزلے آسمان سے

گلوں سے ہے نہ ہم کو گستاخ سے
 لرزتی برق بھی ہے آشیاں سے
 ہری مسریا دہے اے رب عالم
 دل عاشق میں ہے آگ پنہاں
 یہ کیوں ہے سُرخِ سجدہ گاہ عاشق
 یہ ہے انعامِ تسلیم و رضا کا
 بہت خونِ تمسنا سے نہیں نے
 یہ ہے توفیقِ بس اُن کے کرم سے
 ہمارا کام ہے آہ و فغاں سے
 پڑا پالا ہے طائر کی فغاں سے
 بچا مجھ کو بلائے دو جہاں سے
 یقین کرتا ہوں آہوں کے دھواں سے
 دُعا کرتے ہیں چشمِ خونِ فشاں سے
 کہ ہیں آزادِ منکراہن و آں سے
 کیا ہے ربط اپنے آسمان سے
 کہ ہے صرفِ نظرِ حُسنِ بتاں سے

کرم ہے آپ کا اختر پہ یارب
 فدا ہو آپ پر گرجیم و جاں سے



نہیں کچھ فائدہ اس گھستار سے

ہٹایا جس نے سرد اس آستاں سے
وہ ٹکرایا بلائے ناگساں سے
گھٹا ہوں سے اگر تو بہ نہیں کی
تو وہ سردوم ہے دونوں جہاں سے
نہیں کرتا ہے جو رب کی اطاعت
وہ جیتتا ہے حیاتِ اینکاں سے
اگر ناراض ہے وہ حنّالِق کُل
تو کیا حاصل اُسے کون و مکاں سے
جہاں ہو گل کے بدلے خارِ صحرا
نہیں کچھ فائدہ اس گستاں سے
نہ بلبُل ہو نہ گل ہو جس چمن میں
تو باز آیا میں ایسے بوستاں سے
خدا سے گر نہیں ہے ربطِ خستہ
عبث ہے ربطِ ماہ و خستہ راں سے



زمیں میری ہو جیسے آسماں میر

کہاں پھرتے ہو سنکر این آں میں کبھی آؤ تو بزم دوستاں میں
 اگر ہے برق و باراں اس جہاں میں کرو فریاد اپنے آشیاں میں
 مزہ پاتے ہو کیوں اس کے بیاں میں کوئی تو بات ہے درد نہاں میں
 مزہ پایا جو صحرا کی فغاں میں نہیں پایا مزہ وہ گلستاں میں
 وہ نظر ہر ہو گیا اس کی زباں میں اثر پنہاں تھا جو زخم نہاں میں
 نہیں پایا چراغ راہ منزل مگر بس عاشقوں کی داستاں میں
 عطاے خالق دونوں جہاں ہے اثر پاتے ہو جو میرے بیاں میں
 رہے پٹا گلوں کے دامنوں سے اگرچہ خار ہے وہ گلستاں میں
 سنا تو سب نے میری داستاں کو اثر پایا نگاہ دوستاں میں
 نہ پوچھو لذت فریاد سجدہ زمیں میری ہو جیسے آسماں میں
 کوئی پوچھے یہ جا کر باغبان سے گذرتی ہے تری کیسے خزاں میں

اگر ہے ربط حنلاق چمن سے
 تو اختر گل ٹیلے ہو گا خزاں میں



ذرا دیکھو فیض خانقاہ

مچا دے گی وہ باہی نیت باہی نہ کرے دوست ہرگز بدنگاہی
 چٹائی پر ملے گا تخت شاہی اگر حاصل کرو عشق الہی
 غضب سے تو اگر مغلوب ہوگا بکے گی چہر زباں واہی تباہی
 حیدنوں سے اگر ملنا نہ چھوڑا نہیں پہنچے گا دربار الہی
 وہی پہنچا ہے دربار خدا میں ملی ہے جس کو آہ سحر گاہی
 ہوئے ہیں زندگتنے اولیاء بھی ذرا دیکھو تو فیض خانقاہی
 کھلا کیا راز سلطان بلخ پر فقیری لی ہے دے کر تاج شاہی
 غذا اس نفس سرکش کی تو کم کر نہ کھا سر روز ظالم مرغ و ماہی
 جو اہل دل کی صحبت میں رہے گا وہی پائے گا بس عشق الہی
 ملی اخصتہ جے نسبت خدا کی مٹا دی اس نے باہی اور جاہی



ذرا دیکھو تو فیض خانقاہ

مچا دے گی وہ باہی میں تباہی نہ کرے دوست ہرگز بد نگاہی
 چٹائی پر ملے گا تخت شاہی اگر حاصل کرو عشق الہی
 غضب سے تو اگر مغلوب ہوگا بکے گی چھس زبان واہی تباہی
 حسینوں سے اگر ملنا نہ چھوڑا نہیں پہنچے گا دربار الہی
 وہی پہنچا ہے دربار خدا میں ملی ہے جس کو آہ سحر گاہی
 بُوئے ہیں زندگتنے اولیاء بھی ذرا دیکھو تو فیض خانقاہی
 کھلا کیا راز سلطان بلخ پر فقیر ہی لی ہے دے کرتاج شاہی
 غذا اس نفس سرکش کی تو کم کر نہ کھا سہ روز عالم مُرغ و ماہی
 جو اہل دل کی صحبت میں رہے گا وہی پائے گا بس عشق الہی
 ملی اہمتر ہے نسبت خدا کی مٹا دی اس نے باہی اور جاہی



پھرتا ہوا دل میں دردِ محبت کیسے ہوتے

ظاہر میں اہل دل ہیں گو حسرت لیے ہوئے
باطن مگر ہے دولتِ نسبت لیے ہوئے

مانا کہ مہیہ گلشنِ جنت تو دور ہے
عارف ہے دل میں خالقِ جنت لیے ہوئے

صحراؤں میں کبھی، کبھی دامنِ کوہ میں
پھرتا ہوں دل میں دردِ محبت لیے ہوئے

اک قلبِ شکستہ کے اور آہ و فغاں کے ساتھ
میں چل رہا ہوں مشعلِ سُنت لیے ہوئے

روئے زمیں پہ جو بھی ہے عہد و وفا کے ساتھ
وہ ہر نفس ہے سایہِ رحمت لیے ہوئے



جو بے وفائے نفس کا اپنے ہوا عنکلام
بیٹا ہے سر پہ سینکڑوں لعنت لیے ہوئے

اپنے تو کیا ہیں غمیں بھی کرتا ہے احترام
پہ چہرہ پہ جو ہے دائرہ کی زینت لیے ہوئے

اک مسیخستہ حال بھی اختر کے ساتھ ہے
گذرے ہے خوب عشق کی لذت لیے ہوئے

(پابلی ڈاگلیمنڈ، ۶ ستمبر ۱۹۹۳ء)



انعامِ خونِ آرزو

جہان رنگت بو میں بہر طرف بس آبِ گل پایا
مگر عاشق کے آبِ گل میں ہم نے دردِ دل پایا
ہمارے خونِ حسرت پر فلک رویا زیں زونی
مگر لے دل مبارک ہو کہ تو نے دردِ دل پایا

پھرتا ہوں دل ہے درد بھرا دل لیے ہوئے

پھرتا ہوں دل میں درد بھرا دل لیے ہوئے
اور ہر نفس میں قرب مسازل لیے ہوئے

پھرتا ہے مجھ کو عشق لیے چاک گریباں
گرچہ خرد ہے طوق و سلاسل لیے ہوئے

جی پاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے

مانا کہ ہے طوفان میں محبت کا سفینہ
لیکن ہے ساتھ لطف سواصل لیے ہوئے

غفلت کا ان کے دل پہ نہ کرنا کبھی گماں
ہنستے ہیں ایک درد بھرا دل لیے ہوئے



میں ڈھونڈتا ہوں تجھ کو محبت کہاں ہے تو
اک قلب شکستہ ترے قابل لیے ہوتے

اختر اسی کا فیض ہے عالم میں چارنو
پھرتا ہے جو بھی دردِ جسدِ دل لیے ہوتے

(گھوٹرا، انگلیشٹن، ۱۵ ستمبر ۱۹۹۴ء)



نفسِ بندے

چین اک پل کو بھی دلوں میں نہیں
گردنوں میں عذاب کے پھندے
دفن کر کے جہنمِ عزت کا
خوار پھرتے ہیں نفس کے بندے

آہ و فغاں کا آسرا لیتی ہے جان ناتواں

دونوں جہان کی خوشی تیری خوشی میں ہے نہاں
دونوں جہان کا الم تیرے غضب میں ہے عیاں

دیکھ جہاں بھی تو دھواں آگ بھی ہے وہاں نہاں
کتا ہوں بار بار میں سُنتا نہیں ہے پرگیاں

آشیاں اہل دل کا ہے دیکھ نہ برق گریہاں
تجھ سے وگرنہ انتقام لے گا ضرور آسماں

لے مرے خالق حیات تجھ پہ فدا ہو میری جاں
تیرے بیانِ حمد سے قاصد ہے یہ مرا بیجاں

دیکھ کے اپنے ضعف کو اور قصورِ بندگی
آہ و فغاں کا آسرا لیتی ہے جان ناتواں



میری وفا ہے ناتمام دونوں جہاں میں اے خدا
آپ کے نام پر اگر کر دوں فدا میں دو جہاں

دل میں خدائے پاک کی لذت قرب کیا کموں
جیسے مری زمیں ہے اور اور ہے میرا آسماں

یارب ہماری آہ کو فضل سے کر دے با اثر
سارے جہاں میں نشر ہو خستہ کی آہ نئے زباں



تدفین عشق

جس کے چہرے پر میر مرتے تھے سر د آہیں مجھی میں بھرتے تھے
کس نے بغرافیہ بدل ڈالا عشق کو اپنے دفن کرتے تھے

مری آہ دل کے منازل

پہاڑوں کا دامن سمندر کا ساحل مری آہ دل کے یہی ہیں منازل
 جنازہ ہوا قبر میں آج داخل ہوئی خاک تن آج مٹی میں شامل
 ترا فیض ہے صحبت شیخ کامل! ہوا سب کا دل درد نسبت کا حامل
 نہیں کوئی رہبر ہے راہ جنوں کا مگر سایہ صحبت شیخ کامل
 مرے دوستو ذکر کی برکتوں سے سکینہ ہوا دل پہ ہم سب کے نازل
 عجب درد سے کس نے تفسیر کی ہے کہ فشر آں ہوا آج ہی جیسے نازل
 خدا شیخ کو میرے رکھے سلامت کہ ناقص ہوئے اُن کی صحبت سے کامل

یہ اُمید ہے تیرے لطف و کرم سے
 کہ اختر بھی ہو اہل جنت میں شامل

*

(ری یونین، اگست ۱۹۶۳ء)



انفاس زندگی کے جو اُن پر فدا ہوتے

انفاس زندگی کے جو اُن پر فدا ہوتے
شش و دستہ بھی سامنے ان کے گدا ہوتے

جس نے اٹھایا شیخ کے نازِ طریق کو
راہِ فنا سے رہبرِ راہِ خدا ہوتے

دیکھا اسی کو فنا پر منزلِ سلوک میں
جو منزلِ مجاز سے بالکل جدا ہوتے

پالا پڑا ہے جن کو تلاطم کی موج سے
گمراہ کشتیوں کے وہی تاحِ خدا ہوتے

تقریر میں اگر نہیں شامل ہے دردِ دل
صدا کا ساتھ بھی وہ بے صدا ہوتے

راہِ فنا میں آہِ جو فنا فی نہ ہو سکے
کھلا کے باخدا بھی نہ وہ باخدا ہوتے

اہل جنوں کی صحبتیں خستہ چھتیں میں
اہل حسد کو دیکھا کہ اُن پر فدا ہوتے

دیکم جولائی ۱۹۵۵ء کراچی،



ذرة درد و غم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

میری زبان حال بھی میرے بیاں سے کم نہیں
میرا سکوت عشق بھی میری زباں سے کم نہیں

یاد خدا کا نَفَس کون و مکاں سے کم نہیں
اہل وفا کا بویا تخت شہاں سے کم نہیں

ان کے حضور میں مرے آنسو زباں سے کم نہیں
عشق کی بے زبانیاں لفظ و بیاں سے کم نہیں

دامن فقر میں مرے پنہاں ہے تاج قیصری
ذرة درد و غم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

فاش کیا ہے آہ نے زخمِ بگر کو بزم میں
لیکن ہماری آہ بھی زخمِ نہاں سے کم نہیں

کاشفِ راز دردِ دل یعنی یہ آہِ عاشقاں
رہبرِ دیگران ہے جب رازنہاں سے کم نہیں



میری ندامتیں رہیں کبر سے پاسباں مری
یعنی مرا نیسا زبھی نازِ شہاں سے کم نہیں

اہل نفاق ہر گنہ جیسے مگس ہوناک پر
مومن کے دل پہ ہر گنہ کوہِ گراں سے کم نہیں

زندوں کی آہ و زاریاں اخترِ خدا کو ہیں پسند
ان کا شکستہ دل مجھی پھر کرو بیاں سے کم نہیں



عشق کا کفن

میں نے جن کو بجن بنایا تھا
جن کو میں نے بجن سُنایا تھا
میرا ان کے سفید بالوں نے
عشق کا مرے کفن بنایا تھا

تقلیب عاقل ارض سے کم نہیں

اشک روان عاشقانِ خمِ سما سے کم نہیں
ان کا یہ خون آرزوِ عہد وفا سے کم نہیں

جو ہے ادائے خواہگی نہماں اسی میں ہے کرم
ان کی رضا بھی دوستوان کی عطا سے کم نہیں

اُن کی نظر کے حوصلے رشکِ شہانِ کائنات
وسعتِ قلبِ عاشقانِ ارض و سما سے کم نہیں

یارب یہ دردِ دل ترا سارے مرض کی ہے دوا
ہے یہ مرضِ ترمی عطا جو کہ شفا سے کم نہیں

نفس کو کر دے تو فنا باقی رہے نہ کچھ انا
راہ میں ان کی ناز و کسبِ جو رو جفا سے کم نہیں



یہ بھی کرم ہے آپ کا جس کا میں اہل بھی نہ تھا
یعنی جو درد دل دیا دونوں سرا سے کم نہیں

ان کی عطا تے خواجگی میری ادا تے بندگی
لیکن مرا قصور بھی میری ادا سے کم نہیں

جلوہ حق کے سامنے حیرت سے بے زبان سی
پھر بھی سکوت عشق کا اس کی صدا سے کم نہیں

اختر ہمارا درد دل بزم میں بے نوا سی
لیکن کسی کی چشم نم اس کی نوا سے کم نہیں



محبت کا جنازہ

ان کے سر پر سفید بالوں کا
ایک دن تم تماشا دیکھو گے
میرا اس دن جنازہ اُلفت کا
اپنے ہاتھوں سے دفن کر دو گے

قبروں میں جا کے دیکھو نقشِ تباہِ آب و گل

دونوں جہاں تباہ ہیں جس نے دیا ہے ان کو دل
ظالم نہ کر حیات کو نذرِ بُتِ ان سنگِ دل

قیمتِ حیات کی نہ تھی جب تک محض تھی آب و گل
لذتِ زندگی نہ پوچھ جب سے ملا ہے دردِ دل

خالقِ دل پہ دوستو جس نے فدا کیا ہے دل
کہتے ہیں اس کو اہلِ دل سارے جہاں کے اہلِ دل

قیمتِ زندگی مری تیسری خوشی پہ منحصر
ورنہ ہے خاکِ تن مری ننگِ جہاںِ آب و گل

دیکھ کسی کی خاک پر ہستی نہ اپنی خاک کر
قبروں میں جا کے دیکھ تو نقشِ تباہِ آب و گل

شمعِ مجازِ بچہ گئی عشق میں تاب و دم نہیں
غارتِ گر حیات پر غارت نہ کر حیاتِ دل



فانی بتوں کا غم نہ کر دیکھ یہ عزم ہے عارضی
فرحت دو جہاں جو ہے اس غم جاوداں سے مل

رہتا ہے بدگمان کیوں جہل سے اپنے دُور دُور
جا کے کبھی تو ایک بار حضرت اہل دل سے مل

دل کو بلا ہے درد دل صحبتِ اہل درد سے
ورنہ تمنا شنائے درد اختر ہمارا آب و گل



انجام حسن فانی

بھسی گلفام کو کفن رہا ہوں
جنازہ حُسن کا دفن رہا ہوں
گکانا دل کا انسانی بتوں سے
عیش ہے، دل کو یہ سمجھا رہا ہوں

عمر بھر جاہل درد پہناں رہے

سینکڑوں جسم حسرت میں شاداں رہے
سینکڑوں جسم میں بھی ہم منزل خواں رہے

کیا یہ تسلیم سر کی کرامت نہیں
صد حنذاں میں بھی رشک گلستاں رہے

خالق گل سے جن کو نہیں ربط تھا
وسطِ گلشن میں بھی وہ پریشاں رہے

ہو حنذاں یا بہار چمن دوستو
عاشقِ مرضی جانِ باناں رہے

حسنِ فانی پہ برباد کی زندگی
عمرِ مجھ آہ ایسے بھی ناداں رہے

حسنِ رفتہ سے ہر اہلِ دل خوش ہوا
خوب رخصت ملی جو پریشاں رہے



آخترِ ارض ہو آخترِ آسماں
عمر بھد گرتوں سے گریزاں رہے

دردِ دل کی کراست سے یہ اہلِ دل
منزلِ قربِ حق میں نمایاں رہے

چشمِ غمازِ اسرارِ نسبت رہی
عمر بھد حاصلِ دردِ نہال رہے

آخترِ بے نوا کی نصیحت سُنو
اپنی لغزش پہ ہر دم پشیمان رہے



بے ثباتیِ حُسنِ مجربا

بالِ کالے ہنسید ہوتے ہیں کچھ بھروسہ نہیں جوانی کا
کھا کے کیڑوں نے خاک کر ڈالا کیا بھروسہ ہے حُسنِ فانی کا

غنیچہ تسلیم کا شگفتہ ہے

قلب عارف اگر شکتہ ہے
پھر بھی رشک گل شگفتہ ہے

گرمی بزم دوستان ظاہر
گرمی دل مگر نہفتہ ہے

ان کی مرضی سے ہے بہار و خزاں
غنیچہ تسلیم کا شگفتہ ہے

جو بھی کونے محباز سے گذرا
اس کو دیکھا کہ حال خستہ ہے

روح سے سیر عالم بالا
جسم سے خاک پر نشتہ ہے

ان کو پایا ہے صاحب نسبت
اہل نسبت سے جن کو رشتہ ہے



نفس ظالم سے بدگماں رہنا
گرچہ لگتا ہو یہ فرشتہ ہے

دوستو اب ہو فکر مستقبل
جو گذشتہ ہے وہ گذشتہ ہے

حُسنِ منانی سے بجاگ نکلے گا
عشق جو آج دست بستہ ہے

حُسنِ منانی پہ جو مرا اختہ
ہو کے عالی بھی سخت پستہ ہے



صقیقتِ حُسنِ مجاز

اس کا چہرہ اگرچہ نمکدار ہے
جسم اس کا اگرچہ چمکدار ہے
میرزا ہر میں بے شک وہ گلزار ہے
لیکن اندر غلاظت کی بھرمار ہے

غنچے گل خنداں چین پر ہے کیا نکھا

غنچے گل خنداں ہیں چین پر ہے کیا نکھا
لے باد صبا تیرے کرم کی ہے یہ بہار

گلشن ہے تیرے فیض کا ہر لمحہ راز دار
باد نسیم شکر یہ تیرا ہے بار بار

آنکھیں خدا کے خوف سے جن کی ہیں اشکبار
درہل ہیں وہ رحمت باری کی آبخار

یہ فیض باغباں ہے کوئی دیکھے انقلاب
جو خار چین تھے وہ ہوئے آج گلخوار

وہ خوش نصیب جن کے مقدر میں ہے نجات
مشرکے خوف سے وہی روتے ہیں زار زار

کیا کیمیا ہے دوستو مرشد کا فیض بھی
وہ آج شیخ وقت ہیں جو کل تھے بادہ خوار



رہنا ہے چین سے تو بتوں سے بچا نظر
ورنہ نظر سے قلب و جگر ہوگا بے قرار

ہے عشقِ مجازی کا سدا کس قدر بُرا
ہر ایک دوسرے کی نظر میں ہوا ہے خوار

آہستہ وہی حیاتِ حقیقت میں ہے حیات
جو خالقِ حیات پہ مہرِ لحظہ ہو نثار

(۲۶، محرم الحرام ۱۴۱۵ھ کراچی)



فریبِ عارضی

کبھی جب سبزہ آغازِ جوانی تھا
تو سالارِ گروہِ دلبراں تھا
بڑھاپے میں اے دیکھا گیا جب
کسی کا بیسے وہ نانا میاں تھا



تعلیمِ حیراز

از عشقِ مجاز

محبت بڑھاس کے نہ پٹ جائیے گا
محبت سے پہلے ہی ہٹ جائیے گا

نہ مانے تو پھر میرے پچھتاویے گا
لو اپنی آنکھوں سے برساتیے گا

کبھی آئیے گا کبھی حبائے گا
نہ لیکن کسی گل سکوں پائیے گا

سوا علم کے ہرگز نہ کچھ پائیے گا
ستمِ مفت میں جان پڑھائیے گا

بالآخر چمن میں حناں پائیے گا
مگر زندگی پھر کہاں لائیے گا



یہ مانا کہ اس بُت پہ مَر جائیے گا
مگر میر مر کر کے کیا پائیے گا

کبھی حُسنِ رفتہ سے شرمائیے گا
ندامت سے اے میر گڑ جائیے گا

یہ لب اور زلفِ سیاہ اور چہرہ
خبر ہے کہاں سے کہاں جائیے گا

نہ بن آئے گی لاکھ پچھتائیے گا
خود اپنے کیے کی سزا پائیے گا



فرارِ پیرانِ حُسن

مونچھوں کے زیرِ سایہ لبِ یار چُپ گئے
داڑھی کے زیرِ سایہ وہ رخسار چُپ گئے
بالوں کی سفیدی میں زلفِ یار چُپ گئے
جو یار حُسن کے تھے وہ سب یار چُپ گئے

صراحی جب ہوتی خالی مزاج سناں بدلا



اُدھر جنرا فیہ بدلا اُدھر تارتیخ داں بدلا
جوانی جب نہیں باقی جوانی کا نشان بدلا

خزاں نے آکے رنگ گل و رنگ گلستاں بدلا

صراحی جب ہوتی خالی مزاج ساغراں بدلا

بڑھاپے سے جوانی کا وہ رنگ ازخواں بدلا

گنہگاروں کا طرز گریہ و آہ و فغاں بدلا

بنگا ہوں کا وہ طرز سحر اور تریہ و کماں بدلا

جہانِ حُسن بدلا اور حسینوں کا جہاں بدلا

یہ ظالم نفس امارہ نے جب دایم بتاں بدلا

تو میں نے باب تقویٰ پر بھی فوراً پاساں بدلا

گناہوں سے جو توبہ کی تو غفلت کا جہاں بدلا

زمیں عاصی کی بدلی اور اس کا آسماں بدلا



دلِ ناداں نے جب سے آہ ان کا آستاں بولا
 جہانِ کرب و غم دیکھیا جہانِ شادماں بولا
 تعجب کیا جو دنیا کا لہم ہے نگہ عارف میں
 فلک پر مہر تاباں سے جہانِ اختر اں بولا
 تجلی ان کی دل میں منکشفِ خستہ ہوئی جس کے
 نگاہوں میں سر و خورشید و انجم کا سماں بولا



آثارِ سبوحِ اللہ

خورشیدِ عطا ہوتا نظر آتا ہے مجھ کو
 مفقود ہوا جاتا ہے انجم کا تحسُّر
 ظلمت ہے کہاں اس کا تصور بھی نہیں ہے
 خورشیدِ بدامان پہ واجب ہے شکر
 اس سے کدۂ غیب سے کیا جام ملا ہے
 ہے دُور مجھ سے دوستو دنیا کے فکر



کو پیغام کچھ صبا سے

جس کو نسبت عطا ہے خدا سے
ارض و تائم ہے ایسے گدا سے

بے نیازی ہے ہر ما سوا سے
رابطہ گر قومی ہے خدا سے

دل ہے ممنون ان کی عطا سے
روح نادم ہے اپنی خطا سے

ذکر تیرا کریں بیٹھ کر ہم
چاہیے وہ زمیں دوسرا سے

جس کو روشن کرے قدرت حق
وہ دیا کیسا سمجھے گا ہوا سے

مالک دو جہاں گر تو چاہے
سلطنت دے در بے نوا سے



آفتاب نبوت کا مطلع
فوق تھا غلق کے آسرا سے

شانِ عظمتِ جبالِ حرم کی
کوئی پوچھے تو غارِ حرا سے

مضطرب ہے مرا ذوقِ سحرہ
سر کو پینام ہے کچھ صبا سے

مجھ پہ برسا دے دریائے رحمت
مانگتا ہے یہ آخرتِ خدا سے



اسبا گناہ سے دوری

گلوں سے دُور ہو جس کا نشیمن

وہی بلبلِ اسیر گل نہیں ہے

گلِ افسردہ سے دل کا گانا

یہ کیسا نادانی بلبل نہیں ہے

نظر مت کر حسینان جہا پر

جو رکھا سہ تمہارے آستانا پر
زئیں پر رہ کے ہوں ہن آسماں پر

نہ ہنس ظالم مری آہ و فغاں پر
نظر تیردی نہیں جسم نہاں پر

جہاں آئے صدا آہ و فغاں کی
نہ گرنا برق ایسے اشیاں پر

ہے نقش حسن و نانی چند روزہ
نظر مت کر حسینان جہاں پر

جنہوں نے جان دے دی راہ حق میں
نہ کر تنقید ان کی داستاں پر

زئیں پر جسم مشغول عمل ہے
دل عارف مگر ہے آسماں پر



جو دل پر چھپا گیا حنلق عالم
نظر اس کی نہیں پھر این وآں پر

حندا ناراض ہو جس گلستاں سے
تو لعنت بیج ایسے گلستاں پر

جہاں بیٹھے ہوں کچھ اللہ ولے
حندا ہوں ایسی بزم دوستاں پر

نہ کر خستہ سے ظالم بدگمانی
تبسم کیوں ہے اس کی داستاں پر

دیکھ فروری ۱۹۹۳۔ جنوبی افریقہ



انعام تسلیم و رضا

منکشف راہ تسلیم جس پر ہوئی

اس کا عنم راز دار مسرت ہوا

راہ تسلیم میں جس نے سر دے دیا

اس کا سر متا حبار محبت ہوا

خاک سمجھتا ہے لعنہ خشاں نکلا

جو تری بزمِ محبت سے گریزاں نکلا
جس طرف نکلا وہ حیراں و پریشاں نکلا

دل دیا غیر کو جس نے بھی وہ ناداں نکلا
کیوں کہ وہ جان چمنِ حنا رسیا باں نکلا

ساری دُنیا کی خرد آئی فنا ہونے کو
جب کبھی جوشِ جنوں چاک گریباں نکلا

درد ملتا ہے ترے درد کے پیاروں سے
شیخِ پھر سارے جہاں سے بھی مہرباں نکلا

نارِ شہوت میں نظر آتے اندھیرے دل کو
نورِ تقویٰ دلِ مومن میں درخشاں نکلا

بعد مدت کے ہوئی اہلِ محبت کی شناخت
خاک سمجھتا ہے لعنہ خشاں نکلا



زاہد خشک جو تھا، پیر مناں کے صدقے
حامل درد ہوا غیر سے نالاں نکلا

ہائے اس قطرہ دریا نے محبت کا اثر
جس کو سمجھا تھا کہ قطرہ ہے وہ طوفان نکلا

خارجما تھا جسے اہل جہاں نے اختر
دامن فقر میں اس کے ہی گستاں نکلا



دل شکستہ اور ایشیا تجلیت

خون حسرت رات دن پینے کا لطف

اس کے بلوؤں کی منداوانی سے پوچھو

لذت زخمِ شکستِ آرزو

اس کی آنکھوں کی نگہبانی سے پوچھو

ربگنہد تو کی کوئی مہرباں نہہر

یارب ترے سوا تو کہیں بھی اماں نہیں
تو جس کا نہیں اُس کا یہ سارا جہاں نہیں
ظلمت میں ہے یہ شکٹ شبہ وہم و وسوسہ
ہو مہر نمایاں تو کوئی بدگناں نہیں
جس نے اٹھایا سر کو ترے سنگٹ سے آہ
سارے جہاں میں اس کا کہیں آستاں نہیں
جس میں بہار قرب گلستاں نہ ہو کبھی
وہ آشیاں مرا کبھی لے باغباں نہیں
مشکل ہے ایسے قلب کی توجہ ہو صحیح
جس دل کے پاس دوستو وہ پاباں نہیں
آہ غم خزاں سے نشیمن میں ہے چوواں
عالم میں جب کہ کوئی کہیں بجلیاں نہیں
میں کس طرح سے مان لوں لے درد تو بھی ہے
جر یہ کہیں نہیں کہیں آہ و فغاں نہیں



سُورج کی روشنی کی یہی بس دلیل ہے
جب آسماں پہ کج دمہ و اختران نہیں

مت کے بعد کھل گئی آستہ یہ حقیقت
رب مہرباں نہیں تو کوئی مہرباں نہیں



آہِ تنہائی

کٹ رہی ہے میری تنہائی مرے نغمات سے
لب اگر خاموش ہوں گے چشم تر ہو جائے گی
کر رہا ہوں آہِ پیسہ کو ابھی ہے نارسا
ایک دن آخر تو مسنون اثر ہو جائے گی
درحقیقت میری آہِ خام کا ہے یہ قصور
رفتہ رفتہ پختہ ہو کر پردہ در ہو جائے گی



کیسے معلوم ہو مومن کون ہے

حسن منانی سے ترا آہ یہ شاداں ہونا
یہی دلیل ہے ظالم ترا ناداں ہونا
دل دیا غیب کو نظالم تو کہاں چین و سکون
آہ ہر لمحہ ترے دل کا پریشاں ہونا
شیخ کامل کی توجہ ہو مبارک تجھ کو
نعمت درد سے دل کا ترے خنداں ہونا
زندہ بھی تیرے کرم سے ہوتے اب شیخ حرم
ترے رحمت ہے یہ حناروں کا گلستاں ہونا
رہبر منزلِ جاناں سے ہے دوری کا سبب
منزلِ حق سے ترا آہ گریزاں ہونا
جذب منزل ہی کا صدقہ ہے کہ ہر لغزش پر
عاصیوں کا یہ تری راہ میں گرگیاں ہونا
یہ علامت ہے تجھے ہو گئی نسبت صہل
ہر نفس سے یہ تری آہ نمایاں ہونا



قلب عاصی پہ گستاہوں کی نحوست یہ ہے
اس کے گلشن کا اندھیروں سے بیاباں ہونا

لے لیا درد ترا دونوں جہاں کے بدلے

تمہی خمبہ جس کو ترے درد کا درماں ہونا

یہ علامت ہے کہ حاصل ہے تجھے صدق و یقین

خوف محشر سے ترے قلب کا لرزاں ہونا

یہی تو دیتا ہے مجھری منزل کی خبر

یعنی اپنوں سے ترا دست و گریباں ہونا

جس کے چہرہ پہ نہ ہو آہِ نبی کی سنت

کیے معلوم ہو مومن کا سلماں ہونا

چوم لیتا ہے فلک بڑھ کے زمیں کو اختر

ہو مُنبرِ اراک کسی عاصی کا پشیمان ہونا



کہاں ملتا ہے فرزانوں میں دردِ عشقِ پینہا

یہ میری چاک داماں مری آہِ بیابانی
سبب اس کا ہے میرے درد کے دریا میں طغیانی

محبت کے سمندر میں جو آجاتی ہے طغیانی
تو پھر ہر موجِ الفت میں ہوا کرتی ہے جولانی

بھناست کہ دیوانوں میں ہے کوئی پریشانی
خدا کے عاشقوں میں عشق سے ہے کیفیتِ لاشانی

نہیں جس آبِ گل میں دردِ عشقِ حق کی تابانی
وہ انساں ہے کہاں لیکن فقط ہے خاکِ انسانی

نہ دیکھو عاشقوں کی دوستو بے ساز و سامانی
کہ دل میں عشق کا رکھتے ہیں اپنے ملکِ لاشانی

لیے بیٹھے ہیں اپنے دردِ دل کا باغِ پینہا
یہ سُلطیں ہیں مگر اے دوستو بے تاجِ سُلطانی



مری اک آہ سے ظاہر ہیں سب سار پیمانہ
مگر ہے درد دل کی دوست تو تہیہ طبع لانی

اگر مرتے نہ ان فانی بتوں کے حُسنِ فانی پر
تو اپنی زندگی پر تم نہ کہتے واسے نادانی

جو دیوانوں میں ہے آستہ محبت کی فراوانی
کہاں ہمت ہے فرزانوں میں دردِ عشقِ تپانی

(، رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ حرمِ مکہ مکرمہ)



علیج ذوقِ حُسنِ اَر

نہیں علاج کوئی ذوقِ حُسنِ بینی کا
مگر یہی کہ سچ آنکھ بیٹھ گوشے میں
اگر ضرور نکلتا ہو تجھ کو سوسے چمن
تو اہتم مِ حفاظتِ نظر ہو تو شے میں

ہوں اپنے دل میں کچھ ارمان کیے تے

جو دل کو نور حق سے ہے تاباں کیے ہوئے
ہر بزم کو ہے اپنی دُخشاں کیے ہوئے

میں جی رہا ہوں اشکِ ندامت کے فیض سے
ہر لمحہ ان کو اپنا نگہباں کیے ہوئے

یار ہے تیرا ذکر عجب کیمیا اثر
صحرا کو بھی ہے میرے گلستاں کیے ہوئے

دونوں جہاں کا کیف سموتا ہے روح ہیں
جیتا ہے آپ کو جو مہرباں کیے ہوئے

ہر لمحہ حیات ہوا رشکِ صد حیات
اس خالقِ حیات پہ تیراں کیے ہوئے

ہر خون آرزو کا وصلہ دل کو جب ملا
عالم کو ہے وہ منظرِ جاناں کیے ہوئے



کرتا نہیں جو اپنی حفاظت گناہ سے
کلشن کو بھی ہے آہ سیاہاں کیے ہوئے

یکے سمجھ لوں پاگیسا وہ جام معرفت
رکھتا ہے جو بھی خود کو نمایاں کیے ہوئے

رکھتا ہے مجھ کو مست حنا نہ یہ قلب کا
ہوں اپنے دل میں دفن کچھ ارماں کیے ہوئے

حالت بدل گئی ہے یہ مُرشد کے فیض سے
ورنہ تھے زند زندگی دہراں کیے ہوئے

ہوتا ہے طے یہ راستہ مالک کے جذبے
کرتے مگر ہیں جذب کو پنہاں کیے ہوئے

آنستہ کو کیا ہوا ہے کہ عالم میں ہر طرف
پھرتا ہے اپنا چاک گریباں کیے ہوئے



کشتی بجنور میں چننے لگائے خدا

دریا میں دوستو اگر ماہر فن ہونا خدا
کشتی بجنور میں جب چننے لگائے یا خدا

عشق بتاں کی سنز لیں ختم ہیں سب گناہ پر
جس کی ہوا انتہا غلط کیسے صحیح ہو ابتدا

فانی ہے حسن گو مگر اس کا نشہ ہے سخت تر
ان کی طرف نظر سے بھی مجھ کو بچائے اے خدا

فتنہ حسن کا خطر کیساں ہے اس میں ہر بشر
ہر اک پہ اس کا ہے اثر سلطان ہو یا کبیر

اختر یہ تا خدا بھی جب طوفاں میں چنیں گیا کبھی
کثرت یا خدا سے وہ کیسا ہوا ہے با خدا



چند دن خونِ تمنا خراب جائے ہے

خالقِ شمس و قمر جس دل میں بھی آجائے ہے
اس کے نورِ قلب سے شمس و قمر شرمائے ہے
اس کے جلووں کی تجلی دل میں جب لہرائے ہے
سارے عالم کا تماشا بے قدر ہو جائے ہے
خالقِ شبن بتاں سے پر وہ جب اٹھ جائے ہے
گرمیِ شبن بتاں سب سرد کیوں ہو جائے ہے
دل میں یاد حق کی گرمی دل کو جب گرمائے ہے
یادِ ہریلائے فانی سرد پھر ہو جائے ہے
آہ جب دنیا سے کوئی آخرت کو جائے ہے
بس اکیلا جائے ہے اور سب دھرا رہ جائے ہے
لا الہ ہے مگر توحید میں
غیر حق جب جائے ہے تب دل میں حق آجائے ہے
سارے عالم میں یہی اختر کی ہے آہ و فغاں
چند دن خونِ تمنا سے حشرِ اعلیٰ جائے ہے

(نیویارک سے کراچی واپس آتے ہوئے دمشق ایئر پورٹ پر ایک نو مسلم نے)



مری موج غم بہا سہارا نہیں ہے

سوا تیرے کوئی سہارا نہیں ہے
سوا تیرے کوئی ہمارا نہیں ہے

سمندر کا ساحل پہاڑوں کا دامن
بجز آہ کے کچھ سہارا نہیں ہے

نہیں ختم ہوتی ہیں موجیں سسل
مرے بحرِ غم کا کنارہ نہیں ہے

کوئی کشتی غم کا ہے نا خدا بھی
مری موج غم بہا سہارا نہیں ہے

یہ اختر اسی کا ہے جو آپ کا ہے
نہیں آپ کا جو ہمارا نہیں ہے

(۶ ستمبر ۱۹۹۲ء، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ری یونین)



جو سالک تیش مرشد دستوفانی ہوتا

جو سالک تیش مرشد دستوفانی نہیں ہوتا
کبھی وہ واقف اسرار عرفانی نہیں ہوتا

جو ظلمت میں ہمیشہ بدعتوں کی غرق رہتا ہے
کبھی اہل نظر کے دل میں نورانی نہیں ہوتا

گناہوں سے نہیں بچتا ہے جو ظالم اے تو بہ
وہ روحانی بظاہر ہو کے روحانی نہیں ہوتا

ہو جس کی چشم تر اور جس کی آہ نیم شب ظاہر
پھر اس کا درد اہل دل پہ پہنہانی نہیں ہوتا

خلاف سنت نبوی ہو جس کی زندگی خستہ
وہ ربانی بھی کسلا کر کے ربانی نہیں ہوتا

(املاشا امریکہ، ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۳ء)



مجھے تو قرب کا عالم دیا ہے آہ صحرانے

سنا ہے سنا تھا ہوں میں محبت کئے ہیں مے خانے
دیا کرتا ہے ساقی عاشقوں کو جام و چیمانے
خلاف راہ سنت جو بسا کرتے ہیں متانے
وہ دیوانے بظاہر ہیں مگر اندر ہیں منزانے
جو عارف ہیں وہ کس عالم میں رہتے ہیں خدا جانے
بھلا جو غیر عارف ہے وہ ان کا رتبہ کیا جانے
حسینوں کے اُجڑ جائیں گے جب جغرافیہ اک دن
بتانا داں کہاں جائے گا اپنے دل کو بہلانے
جو یاد آتی ہے ان کی دل میں گھبراتا ہوں گلشن میں
مجھے تو قرب کا عالم دیا ہے آہ صحرانے
جو زاہد عشق سے نا آشنا ہے پھر بھی وہ ناداں
نہیں سمجھا ہے خود لیکن چلا ہے مجھ کو سمجانے



کبھی کی آہِ منظمی سے وقتِ ظلم ڈرنا تھا
 ہوئے ہیں حسانہ آبادِ ظالم جس سے دیرانے
 ستایا عسمر بھر بوجہل نے شمعِ نبوت کو
 مگر بدنام ہیں دونوں جہاں میں اس کے افسانے
 کہاں تک ضبط بے تابانی کہاں تک پاس بدنامی
 کیا مجبور اظہارِ بیاں پر خوفِ فردانے
 نہ کر تھقیر اے زاہدِ خدا کے درد مندوں کی
 مقامِ دردِ دل کو بے خبر تو آہ کیا جانے
 تجلی ان کی ہوتی ہے عطا قلب شکستہ ہیں
 کیا ہے قلب کو لیکن شکستہ غم کے سوانے
 نہیں ہے زندگی میں جس کی کوئی داستانِ غم کی
 وہ اہلِ غم کے قربِ خشکی کو آہ کیا جانے
 وہی کرتے ہیں ان کے عاشقوں پر تبصرے اختر
 جو ظالمِ دردِ الفت سے ہوا کرتے ہیں بیگانے

(۱۹ اگست ۱۹۹۳ء، پشاور)



سہمت نفاک پیش لب حنائے کو سمجھنا تغافل ان خنداں کو

سمجھنا مت تغافل کیش ان لب ہائے خنداں کو
کہ سینہ میں چھپائے اہل دل ہیں قلب گریاں کو

عنادل کا تقاضا ہے چلو ریگستاں کو
مگر آہیں ہماری یاد کرتی ہیں سیاہاں کو

اسی سے پوچھ لیتے ہیں بتا راز جنوں کیا ہے؟
جو پا جاتے ہیں قسمت سے کسی بھی چاک داماں کو

بگڑتے حُسن کا جزا فیہ دیکھا حسینوں کا
ملا مت کرتے دیکھا عاشقی پر عشق ناداں کو

میں کرتا ہوں چمن میں یاد ان کو ہر نفس اے دل
مگر آہیں مری محبوب رکھتی ہیں سیاہاں کو

کہاں تک پاس بدنامی کہاں تک ضبط بے تابی
نہ پکڑو اہل مونیہ تم مرے دست و گریباں کو



جو طعنہ زن ہے اپنی بدگمانی سے اے تو یہ
وہ کیا جانے خدا کے عاشقوں کے درپنہاں کو

یہ فیض مرشد کاہل جو نسبت کا ہوا حاصل
تو با صد ساز و سامان دیکھا اس بے ساز و سامان کو

بھگوانہ کسی عارف سے سُنتا تھا کبھی اختر
خدا کی یاد میں اُف نمسہ آہ بیاباں کو

(خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ری یونین، ستمبر ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ)



جامِ قرب

تو نے ان کی راہ میں طاعت کی لذت بھی چکھی
ہاں شکستِ آرزو کا بھی محنتِ قرب دیکھ
سرفروشی دل مندوشی جاں فروشی سب سہی
پنی کے نغمہ آرزو پھر کینتِ جامِ قرب دیکھ



زندگی نعمت ہے گر مالک پہ قرباں ہو گئی

عشق کی مشعل بہ فیض عشق آساں ہو گئی
عشق کی طاقت سے ہر طاقت پشیاں ہو گئی

زندگی نعمت ہے گر مالک پہ قرباں ہو گئی
غیر پر لیکن خدا ہو کر پریشاں ہو گئی

حسن فانی پر خدا ہو کر جو ناداں ہو گئی
زندگانی آہ اس کی ننگ حیواں ہو گئی

قدرت حق سے ہماری خاک انساں ہو گئی
دولت ایماں سے پھر لعل بدخشاں ہو گئی

ان کے غم کے فیض سے ہر وقت شاداں ہو گئی
زندگی فکر و الم میں کیسی خنداں ہو گئی

خار ہائے رنج ہجراں سے جو گل رنجور تھی
مرشد کامل کے صدقے گل بدماں ہو گئی



کیوں نہ ہو چھپر زندگی اس کی پریشیاں دو ستوں
جب وہ ناداں مائل زلفِ عیشاں ہو گئی

ذکر کی توفیق جس کو مل گئی شام و سحر
فقر میں بھی زندگی با ساز و ساماں ہو گئی

اہلِ دل سے دردِ دل جس دل کو لے انتر تلا
ایسے درویشوں کی ہستی رشکِ سلطان ہو گئی



بہارِ چہرہ و بہارِ مینارنی

بہارِ حُسنِ صورت سے جو عاشق زندہ ہوتا ہے
وہ تبدیل بہارِ رنگ سے شرمندہ ہوتا ہے
جمالِ سیرت و معنی سے جو تابندہ ہوتا ہے
تو لطفِ زندگی بھی اس کا پھر پائیدہ ہوتا ہے

ایک دن حال منتقش نذر مدفن ہو گئی

نفس کے گندے تختہ اضوں سے جو ان بن ہو گئی
روح میری سنبل و ریحان و سوسن ہو گئی

جب ہمارے آب و گل میں درد دل شامل ہوا
ان کی ہر سنبل ہمارے پیش دامن ہو گئی

بکس قدر ظلمت کدہ تھی انجمن ان کے بنیہ
ان کے آتے ہی سراپا بزم روشن ہو گئی

ہم تو صحراؤں کو سمجھے تھے کہ ویرانی ہے
ذکر حق کے فیض سے وہ رشک گلشن ہو گئی

نفس ہوشمن ہو گیا مندوب ان کی یاد سے
روح کی طاقت ہماری شیر انگن ہو گئی

تلخ تھی بزم جہاں میں اہل دنیا کی حیات
فیض بزم عاشقتاں سے بزم گلشن ہو گئی



مت لگانا دل کو تم فانی حسینوں سے کبھی
ایک دن خاک منقش نذر مدفن ہو گئی

جب سے خستہ روش غیار و بیگانہ ہوا
بزم اہل دل میں اس کی قدر احسن ہو گئی



قلب مضطر

وہ جس کا نام کہ دُنیا میں قلب مضطر تھا
فلک پہ جا کے وہ ہم شکل ماہ و خستہ تھا
تمام عمر تڑپنے کی تھی جو خُو اس میں
نہ جذب ہو سکا دُنیا کا رنگ بُو اس میں

میں درد و غم سے بھرا اک سفینہ لایا ہوں
ترے حضور میں اک آب گینہ لایا ہوں

تری رضا کا ہے بس شوق و جہت جو اس میں
مری ہزار تمنا کا ہے لہو اس میں



سکونِ دل

اگر اللہ والوں سے نہیں دل کی دوا پاتا
بہت مشکل تھا اپنے نفسِ سرکش کو دبا پاتا

خدا کی سرکشی سے خودکشی ہے مال و دولت میں
کبھی اللہ والوں سے نہیں ایسا سنا جاتا

سکونِ دل اترتا ہے فلک سے اہل تقویٰ پر
بدوں حکمِ خدا سانسِ داں پھر کیسے پا جاتا

اگر پٹروں کے مانسہ ہوتا یہ سکونِ دل
زمین میں کر کے بورنگ اس کو ہر کافر بھی پا جاتا

بتوں کے عشق سے دُنیا میں ہر عاشق ہوا پاگل
غمنا ہوں سے سکونِ پاتا تو کیوں پاگل کہا جاتا

بچو گندے عمل سے مردوں سے دُور ہو جاؤ
اگر یہ فعل اچھا تھا خدا پتھر نہ برساتا



نہیں ممکن تھا ان کی راہ میں میرا قدم رکھنا
اگر جذبِ کرم کی دل نہیں کوئی صدا پاتا

میں تھک جاتا ہوں اپنی داستانِ درد سے اختر
مگر میں کیا کروں چپ بھی نہیں مجھ سے رہا جاتا



شام ہمدرد ہیں بعض اہل دہر کی قصتیں دیکھ کر

آپ کے چہروں پہ شربتِ روح افزا کا لہو
کھر رہا ہے صرف فوٹو ہی میں سب کو سرخرو
اپنے خالق سے یہ غفلت کر کے میرے دوستو
قبل تو پہ گرمے ہونا پڑے گا زرد رو
عارضی عزت صدائے جاہ گو ہے کو پہ کو
پُرخطر ہو گا مگر محشر میں ایسا سُرخرو
عظمتِ قرآن کا صدقہ سن لو صفا کرام
مانہکم عنہ کے فرمان پر تم فانتھو



وہ شور عند لیب نہ تھا باغبان نہ تھا

جو گلستاں تھا آہ مرا گلستاں نہ تھا
 جو زد میں تھا خزاں کی مرا آشتیاں نہ تھا
 جو غم ملا تھا مجھ کو غم جاوداں نہ تھا
 جو جان جاں تھا کل وہی اب جان جان نہ تھا
 اُجڑا ہے اس طرح چمن حُسن مجاز کا
 وہ شور عند لیب نہ تھا باغبان نہ تھا
 اس حُسن کی بہار کو لوٹا خزاں نے لیں
 آہ سحر نہ تھی دل نالہ کسناں نہ تھا
 کوئی مرا سراق سے کوئی وصال سے
 محفل میں اس کی میر کوئی شادمان نہ تھا
 اب ڈھونڈتے ہیں میر غم جاوداں کو ہم
 جو غم ملا تھا ہم کو غم جاوداں نہ تھا
 ہے کون جو اس لذت غم کو بیاں کرے
 سارے جہاں میں جس کا کوئی ترجمان نہ تھا
 اختر نے جب بھی دردِ محبت سے کچھ کہا
 سارے مقررین میں تاب بیاں نہ تھا



مولانا مظہر میں خطا سے

(جب وہ طالب علم تھے)

ہائے کیا جانے وہ آہوں کی نزاکت کی لچک
جس نشین پر نہ ہو برق حوادث کی چمک
غنجہ سہتا ہے چمن میں سختی بادِ سحر
اس کے دامن کو عطا ہوتی ہے پھولوں کی مہک
صبح دم کلیوں کی خوشبو بھی ہے ممنونِ صبا
یعنی اس کے فیض ہی سے غنچے جاتے ہیں چمک
اک شکستہ غم بھرے دل کو اگر چھیڑے کوئی
دل کے پیمانے سے اس کے کیوں نہ جائے غم چمک
پس سمجھ لو نامناسب وہ عمل ہے اے پسر
جس عمل سے قبل ہو موس دل میں کچھ کھٹک
تم کو اپنے باپ کی تنبیہ کے لہجہ میں بھی
چاہیے آنی نظر منظر! محبت کی جھلک
تم سے کچھ شکوہ نہیں اختر کا لے جان پد
ہاں مگر مل جائے آداب محبت کی چمک



نقل حالاتِ خاصہ بحالتِ غلبہٴ تجلیاتِ مقرباٹ

برخصا بارگاہِ حق تعالیٰ شانہ

سجدہ سے سُر اٹھا تو کہیں آسماں نہ تھا
جیسے کہ وہ زمیں نہ تھی وہ آسماں نہ تھا

گویا زباں تھی بے زباں ہوشِ بیاں نہ تھا
آتش تھی شعلہ زن مگر آس میں دھواں نہ تھا

ہوش و خرد کا نظم بھی جیسے وہاں نہ تھا
لیکن وہاں نہاں جو تھا گویا نہاں نہ تھا

خوشبو تو بہر طرف تھی مگر گلستاں نہ تھا
مفہومِ قربِ حسّ تھا لفظ و بیاں نہ تھا

بلوے تو سامنے تھے مگر یہ جہاں نہ تھا
دردِ نہاں تو تھا مگر اشکِ رواں نہ تھا

منحنی تھا دل میں جو کبھی آتشِ فشاں نہ تھا
اک کیفیتِ پُرسکوں تھا کوئی این و آں نہ تھا



خورشید و ماہ و کہکشاں کچھ بھی وہاں نہ تھا
دُنیاے دوں نہ تھی کوئی دیگر جہاں نہ تھا

آنکھوں کے دائرے میں جہاں نہ تھا
کون و مکاں کا سامنے کوئی نشان نہ تھا

اک پُھول جاوداں کے سوا گلستاں نہ تھا
اُن کے سوا کوئی بھی وہاں راز داں نہ تھا

اس بے خودی میں پاس کوئی بوستاں نہ تھا
طاہر نہ تھے اور ان کا کوئی آشیاں نہ تھا

کوئی ضرر سے غمزدہ کوئی نفع سے خوش
دُنیاے عشق میں کہیں سود و زیاں نہ تھا

اے دردِ دل ہو تجھ کو مسبارک ترا یہ فیض
دنیا سے لے کے باغِ جناں تک نہ تھا

اس بزمِ کاکا اک عالمِ مٹو نام ہے خستہ
گویا سوا خدا کے کوئی بھی وہاں نہ تھا



تذکرہ

لگے ہے میرا چہرہ سے کہ وہ کوئی فٹر ہے
مگر ڈانٹے ہے جب موذی کو تو لگت اکلکڑ ہے

مرے کانوں میں خراٹا بھی اس کا مشل موڑ ہے
اور اپنے سُرخ رُخساروں سے وہ مشل ٹماڑ ہے

بظاہر وہ علی گڑھ کا پڑھائی کام مٹر ہے
مگر اب مدرسہ میں شیخ کے اُستاد مٹر ہے

مٹا ڈالا ہے اپنے نفس کو اس میر نے ورنہ
لگے تھا پہلے یہ ظالم کہ کوئی انس پکڑ ہے

سوز و کی کار تھا پہلے ہمارے پاس جب آیا
مٹاپے سے مگر لگتا ہے اب جیسے ٹکڑ ہے

سفر میں اور حضر میں میر میرے ساتھ رہتا ہے
کبھی لٹر ہے ظالم اور کبھی یہ مانچکڑ ہے



گدائے خانقاہ بن کر مزہ پایا ہے شامی کا
اگر چہ پاس پاس اس کے کوئی بنگلہ ہے موٹر ہے

اے خستہ گدائی خانقاہی اس کی قسمت تھی
وگرنہ میر صاحب زادہ ڈپٹی کلکٹر ہے

(۲۶ جولائی ۱۹۵۷ء کراچی)



رازِ شگفتگی

صُرف جو کئے کلیوں سے ہو جاوِ شگفتہ
کیا کھل کے وہ شاخوں کو سجادیں گی چمن میں؟
ہاں چھیر دے گر ان کو کبھی بادِ سحر تو
پھر کھل کے وہ خوشبو کو ٹا دیں گی چمن میں!



دربارِ ڈربن

(افریقا)

لغت سے ہم سمجھتے تھے کہ یہ کوئی بیابان ہے
مگر دیکھا تو ڈربن دوستو! شکستہاں ہے

یہاں کے دوستوں سے قلبِ جاں مسرور ہیں میرے
خدا کے فضل سے ڈربن ہمارا فرحت جاں ہے

اسی ڈربن میں ہے اک خادمِ دیں مولوی یونس
مری آہ و فغاں کے نشتر کا جو ساز و سامان ہے

ہمارے دردِ دل کا ترجمہ انگلش میں کر دینا
اسے یورپ میں کرنا نشرِ چہرہ یہ حق ایماں ہے

اٹھاتا ہے جو نازِ شیخ کو لے دوستو! سن لو
اُسی کو خلق میں دیکھو گے تم کہ جانِ جاناں ہے

بزرگوں کی ذعاؤں سے ملا ہے دردِ دل مجھ کو
تعجب کیا زباں میری جو ہر سُوشلہ افشاں ہے



تعجب کیا شہیدوں پر جو اپنی جان بھی دے دی
فدا ہونے کو ان پر ایک کیا یہ سیکڑوں میں ہے

رفو کرتا وہی ہے چاک دامانی اُمت کا
و فور عشق سے جو خود بھی خستہ چاکِ اماں ہے

(کمپ ٹائون، جنوبی افریقہ، ۸ جنوری ۱۹۹۷ء)



فریبِ مجاز

نہ وہ سوز ہے نہ وہ ساز ہے یہ عجب فریبِ مجاز ہے
سرِ نازِ حُسن بھی خم ہو نہ اب عشقِ وقتِ نیاز ہے
گیا حُسنِ یوں بتِ ناز کا کہ نشاں بھی باقی نہیں رہا
پڑھو دوستو مرے عشق پر کہ جنتِ ازہ کی یہ نماز ہے



زندگی میری پابندِ سُنّتِ رُہے

بس مرے دل میں تیر سی محبت رُہے
زندگی میری پابندِ سُنّتِ رُہے
سامنے ایسا خوفِ قیامت رُہے
سب گناہوں سے میری حفاظت رُہے
تیں جہاں بھی رہوں جس فضا میں رہوں
میرا تقویٰ ہمیشہ سلامت رُہے
ساری دُنیا ہی سے مجھ کو نفرت رُہے
بس ترے نام کی دل میں لذت رُہے
میرے دل میں ترا دردِ اُلفت رُہے
میری دُنیا نئے اُلفتِ سلامت رُہے
عاشقوں میں مرا نام لکھ جائے گا
اپنے اعمال پر گر نہ امت رُہے
تیری مرضی چہ آرزو ہو فنا
اور دل میں مجھی اس کی نہ حسرت رُہے
میرے بس دل میں دردِ محبت رُہے
میری دُنیا نئے اُلفتِ سلامت رُہے
روز و شب قلبِ خستہ کی ہے یہ دُعا
میرے مولیٰ میری استقامت رُہے



عنايتِ شيخِ بردِ غزوةِ ساکت

خلق کا مارا ہوا، دنیا کا دھنکارا ہوا

اپنی قسمت سے جو ہو ہر آرزو ہارا ہوا

جس کے دن کٹتے نہ ہوں دنیا کے درد و کربے

جس کا دل زخمی ہو یا عشقِ بتاں کی ضربے

جس کی رسوائی پہ خندہ زن ہو ساری خلق بھی

اور ہوا اپنے کیے پر جس کو بے حد قلیق بھی

اس کو لینے کے لیے ہے میرا آغوشِ کرم

اس کی رسوائی کا بھی رکھے گا خیرتِ مجرم

میرا دل اس دکھ بھرے دل پر کھے گا وہ کرم

بھول جائے گا وہ جس سے ساری دنیا کے ستم

فرق، اختر جب حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا تو بعض حالات کی وجہ سے نہایت شکستہ دل تھا

میرے مرشد سراپا محبت و رحمت فداہِ رومی و ابی و امی نے نہایت کرم سے اختر کی تسلی کے لیے یہ اشعار فرمائے

جس سے اختر کو حیاتِ نو عطا ہوئی اور بے شک حضرت اقدس نے روزِ اقل سے لٹھ بٹھو ساتھ ساتھ ایسے ایسے الفاظ

و کرم فرمائے ہیں کہ اختر کا ہر دین موزا بن کر بن کر بھی حق شکر ادا نہیں کر سکتا کہ حضرت والا کے بے پایاں کرم کے صدقہ میں

حضرت اقدس کی ذاتِ گرامی اختر کے لیے جو بوندِ سلطنتِ بہتِ قلم اور جو بوندِ لذاتِ کائنات ہے، نامور ذریعہ تہذیب و تمدن

اللہ تعالیٰ اختر سے ہم آہر تک حضرت والا کا سایہِ لطف و کرم اختر کے سر پہ تمام رکھیں۔ (نماکارہ میر عیاض اللہ تعالیٰ عنہ)



تمنہ شامِ غم جہراں سے گھبراتا ہے دل

تمنہ شامِ غم جہراں سے گھبراتا ہے دل
آمری آہِ سحر تجھ سے بل جاتا ہے دل
اپنی ہر اک آہ سے گو خود جلا جاتا ہے دل
پھر نہ جانے آہِ پیہم کیوں کیے جاتا ہے دل
میں بتاؤں آہِ پیہم کیوں کیے جاتا ہے دل
خون بہائے غمِ دل آہ کو پاتا ہے دل
غم پہ جب کچھ اختیار اپنا نہیں پاتا ہے دل
ہر نفس دست طلب اس در پہ پھیلاتا ہے دل
صفحہ ہستی پہ میرے ایسے افسانے بھی ہیں
اُف تصور سے بھی جن کے مُنہ کو آجاتا ہے دل
جب تجلی اُن کی ہوتی ہے دلِ برباد میں
آرزوئے مارو اسے خود ہی شرماتا ہے دل
آرزوئے دل کو جب زیرِ دُزبر کرتے ہیں وہ
طلبہ دل میں انہیں کو میہماں پاتا ہے دل
لاکھ شمعیں جل رہی ہیں ہر طرف خستہ مگر
وہ نہیں تو روشنی میں تیرگی پاتا ہے دل



ذکر یاران سبزنگہ دیش

کچھ نہ پوچھو لطف بنگہ دیش کا
ہر طرف مجمع ہے خیر اندیش کا
ہر طرف دریائے اُلفت ہے رواں
ہے نظارہ کیسا بنگہ دیش کا
فکر عقبی جس کو ہو جائے نصیب
ہے یہی انعام دُور اندیش کا
عشقِ حق سے بھاگتا ہے بس وہی
جو فقط عاشق رہا سُدیش کا
یہ بھی فیضِ مُرشد ابرار ہے
ہے پتہ اب نفس کے ہریش کا
جب ملے انوارِ تسلیم و رضا
ہو گیا عاشق وہ رنجِ خویش کا
گرچہ خستہ ہے بیشی پھر بھی وہ
آدمی لگتا ہے اپنے دیش کا

لے وہاں کی ایک مٹھانی کا نام ہے۔ یہاں مراد لذاتِ فانیہ دنیویہ ہیں۔ جانے

☆



وہ کون سا ہے وقت کہ تم پر فدا نہیں

یار ب مرے گناہ کی گواہی نہیں
لیکن ترے کرم کی بھی گواہی نہیں

وہ کون سا ہے وقت کہ تم پر فدا نہیں
وہ کون سی ادا ہے جو حُسن ادا نہیں

تم خود ہی آگے ہو مرے جذبِ عشق سے
میرا تو مسیحا تم سے کوئی مدعا نہیں

آنکھوں سے ربطِ میکہ پہچانا میرے
چہرہ سے میرے کوئی نشہ زودنا نہیں

رکھتا ہے میرا رشک چمن دردِ دل نہاں
اہلِ خرد کی رائے میں گو خوشنما نہیں



کشتی میں اس کی بدگماں تو بیٹھ کر تو دیکھ
کتاب ہے کون پیر مرا ناخدا نہیں

اشعار سب ہوئے ہیں یہ مرشد کے فیض سے
کیا صاحب نسبت کا یہ فیض رسانیں

جو بزم غیر سے بھی ہے مانوس آہ آہ
اختر وہ عشق حق سے ابھی آشنا نہیں

(دارالعلوم مدنیہ بفیلو (امریکہ) ۲۳ ستمبر ۱۹۹۹ء)



دارالعلوم مدنیہ بفیلو میں بعد از طعام دوپہر جب حضرت الامت فراہ ہے تھے اس وقت چند منٹ میں یہ اشعار وارد
ہوئے اور جب اختر کے تعلق یہ شعر فرمایا ہے
تم خود ہی آگئے ہو مرے بندب عشق سے
میرا تو میر تم سے کوئی مدعا نہیں
اس وقت حضرت والاکئی محبت میں حضرت والاکئی کی برکت اور فیضانِ توحید سے اختر نے یہ شعر عرض کیا جو
بطور یادگار یہاں درج کیا جاتا ہے۔
دیکھے ہزار شمس و قمر کائنات میں
دُنیا میں آپ جیسا کوئی دوسرا نہیں
(جامعہ)



آہ جو دل ترے غم کا حامل نہ ہو

دو جہاں کا مزہ اس کو حاصل نہیں
آہ جو دل ترے غم کا حامل نہیں
آپ چاہیں ہمیں یہ کرم آپ کا
ورنہ ہم چاہنے کے تو قابل نہیں
صحبت اہل دل جس نے پائی نہ ہو
اس کا غم غم نہیں اس کا دل دل نہیں
جس جگہ آپ کا قرب ملتا نہ ہو
ہو کے منزل بھی وہ میری منزل نہیں
غیر حق سے لگاتا ہے جو اپنا دل
تیری اُلفت کے غم کا وہ حامل نہیں
آپ کا ہوں میں بس اور کسی کا نہیں
کوئی لیلیٰ نہیں کوئی مہمل نہیں
کہ رہا ہے یہ خستہ بانگِ دہل
بجر اُلفت کا کوئی بھی ساحل نہیں



پھول ان کے سدا بہار ہیں

قلب جو غم سے ہمکنار نہیں
خارِ صحرا ہے گلزار نہیں

موسم گل جو گل حناں ہوگا
اس حناں کو سمجھ بہار نہیں

ان کے عارض کی عارضی ہے بہار
پھول ان کے سدا بہار نہیں

جن کی آنکھوں سے کتنے بسمل تھے
ان کا دیکھا ہے کیا مزار نہیں

یسی اُلفت کا کیا سہارا ہے
رنگِ مانی کا اُستبار نہیں

موت سُر پر کھڑی ہے اے عشرت
اب تو غفلت میں دن گزار نہیں



غیر فانی دیتا

نفس اپنا جو مار دیتا ہے
روح کو صد قرار دیتا ہے
شیخ کامل کے فیض کو دیکھو
زند کو بھی سنوار دیتا ہے
عشق تجھ پر ہو بارشِ رحمت
غیر فانی بہار دیتا ہے
نفس دشمن کی بات مت مانو
گل کے بدلے یہ خار دیتا ہے
عشق مجبور بے زباں ہو کر
دیدۂ اشکبار دیتا ہے
کیا ملے گا گناہ سے اختر
لعنتیں بے شمار دیتا ہے



عشقِ حقیقہ

عشقِ دل کو بہار دیتا ہے جذبہٴ جاں نثار دیتا ہے
طاعتِ مختصر پہ مسیحا کریم اجر کیا بے شمار دیتا ہے
اہلِ دل کے کرم کا کیا کہنا دردِ دل بار بار دیتا ہے
کیا کرامت ہے نورِ تقویٰ کی روح کو اک متدار دیتا ہے
حسنِ منانی سے دھوکہ مت کھانا ایک منانی نثار دیتا ہے
پھول بس اپنی بے وفائی سے عندلیبوں کو خار دیتا ہے
راہِ تقویٰ میں غم جو ہے اختر
زندگی پر بہار دیتا ہے



شان گل ننگِ خار ہوتی ہے

جب خدا پر نثار ہوتی ہے
زندگی پُر بہار ہوتی ہے

جرمِ غفلت کی مرتکب ہو کر
زندگی بے متدار ہوتی ہے

صحبتِ اہل دل کی برکت سے
ہر کھی گلزار ہوتی ہے

کون رخصت ہوا گلے مل کے
ہر گلی اشکبار ہوتی ہے

روحِ اخلاص گر نہیں شامل
یاد حق کاروبار ہوتی ہے

اُن کی ناراضگی سے اے خستہ
شانِ گل ننگِ خار ہوتی ہے



طوفانِ آرزو و خواہش

عنادل بھی ہیں زانغ بھی بوستاں میں کرو منتخب صحبتیں اس جہاں میں
 ہے محبوب کس کی رفاقت بتادو گلوں کی یا خاروں کی اس گستاں میں
 گلوں کی حفاظت ہے غاروں سے ناداں نہیں بے ضرورت ہیں یہ بوستاں میں
 یہ خیر القروں سے چلا آ رہا ہے منافق بھی تھے محفل دوستاں میں
 ستائے اگر کوئی ظالم کسی کو سُنو طرزِ مہربانہ آہ و فعناں میں
 بفیضانِ مُرشد ولایت ملے گی عبادت کرے لاکھ زاہد جہاں میں
 خُدا نے بنایا ہے بے مُشکل اُن کو محمد ہیں بے مُشکل دونوں جہاں میں

اگر خار ہیں سایہ گل میں خستہ
 نہیں بارِ خاطر دل باغِ مہال میں

سے صلی اللہ علیہ وسلم



جبین عشق رشک آسماں ہے

خوشی تیسری امان دو جہاں ہے

ترے تابع زمین و آسماں ہے

محبت کی یہ کیسی داستاں ہے

فدا جس پر زبان عاشقاں ہے

سر عاشق اور ان کا آستاں ہے

جبین عشق رشک آسماں ہے

بہ فیض درد نسبت عنم نہاں ہے

نہیں ہرگز عبث آہ و فغاں ہے

گمنا ہوں کا اگر بار گراں ہے

تو بحر مغفرت بھی بے کراں ہے

ترمی ناراضگی میں موت پنہاں

خوشی تیسری حیات جاوداں ہے



جنم سے اشد فحشگی ہے تیری
رضایتیری مجھے رشک جناں ہے

عدو ہے درپے نقصانِ رسانی
مگر اس سے قومی ترنگمباں ہے

فنا بر مرکز لذات عالم
کہ جس سے دل میں لطف و جہاں ہے

گمنا ہوں پر جہارت بھی بُری ہے
مگر مایوسیاں کفر عیاں ہے

بدوں توفیق تیسری دل ہے مردہ
کرم سے تیرے یہ آہ و فغاں ہے

تری توفیق کا صدمہ ہے یا رب
جو تیری یاد میں مشغول جاں ہے

یہ سب احسان ہے خستہ پہ تیرا
جو تیری حمد میں رطب اللساں ہے



فلک پر ہیں ستارے تجھ پہ نازاں

نہ جاؤ مہر سوتے بزمِ زانغاں

وہ کیا جانیں حیاتِ شاہِ بازاں

شکتِ آرزو کا یہ ثمر ہے

کہ عاشق ہے امامِ عشقِ بازاں

مبارک تجھ کو لے اشکِ ندامت

فلک پر ہیں ستارے تجھ پہ نازاں

صلہ دیکھو یہ خونِ آرزو کا

ٹی پروازِ رشکِ شاہِ بازاں

یہ منزل کا کرم ہے سالکوں پر

پہرہِ لمحہ ہے امدادِ چراغاں

اگر رو باہ پر ان کا کرم ہو

تو پاتے ہمتِ شیرِ بیاباں

یہ دردِ دل کی نعمتِ آہِ خستہ

کرم ہے رب کا تجھ پر ہونہ نازاں



نہ جانے کتنے خورشید و قمر نور شامل

ہمارے آب و گل میں دردِ دل کب سے ہوا شامل
کہ جب سے اعتسابِ تلخِ ساقی کا ہونا نازل

زبانِ دردِ دل سے اس طرح تفسیرِ قرآن کی
یہ لگتا ہے کہ جیسے آج ہی مشہ آں ہونا نازل

یہ عرفانِ محبت ہے یہ فیضانِ محبت ہے
کہ موجوں کی طرف خود آگیا بڑھتا ہوا ساحل

نہ جانے کتنے خورشید و قمرِ دل میں اتر آئے
ہمارے آب و گل میں دردِ نسبت جب ہوا شامل

تجلیِ حقیقِ شمس و قمر کی جب ہوئی دل میں
نہ جانے کتنے خورشید و قمر کا نور تھا شامل

مری کشتی کو طوفانوں میں بھی اُمیدِ ساحل تھی
مرے خوفِ تلاطم میں تھا اُن کا آسرا شامل



جس دل میں تجلی مولا سے کائنات

جس دل میں ہے تجلی مولا سے کائنات
اس کی نظر سے گر گئی یلا سے کائنات

وہ رشکِ سلطنت بھی ہے اور رشکِ کائنات
دل میں ترمی نسبت کی جسے مل گئی سوغات

موسم جب ہوئے ہیں ترے قرب کے نجات
جیسے مری حیات کو ملتی ہے صد حیات

جلوہِ فلک ہے جب سے ترا فیضِ اہم ذات
مشہور ہوئے جاتے ہیں جیسے کہ معنی بات

ہوتا ہے ورد جب بھی ترا نام زباں پر
ہے رشکِ سلاطین ترا مکیں کائنات

جلووں سے تھے سب مری نظروں سے گر گئے
انجم ہو یا تھر ہو کہ خورشیدِ کائنات



تا جوں کے موتیوں سے بھی افضل ہیں دوستو
جو توں میں اہل دل کے جو ہیں ناک کے ذرات

جب کہتی ہے اللہ زباں ایسا لگے ہے
کرتی ہے ذکر ساتھ مرے ساری کائنات

جس وقت تری یاد میں ہوتا ہوں میں مشغول
گر جاتی ہے نظروں سے مری ساری کائنات

اختر کے جو لمحات تری یاد میں گزرے
ہیں بس وہی لمحات مرے حاصل حیات



(جنوری ۱۹۹۳ء، جنوری افریقہ)

اشکِ نیکِ مرا اور آہِ مضطر

آہ سے راز چھپا یا نہ گیا
منہ سے نکلی مرے مضطر ہو کر
چشمِ نم سے جو چھلک جاتے ہیں
ہیں فلک پر وہی اختر ہو کر



جب عشق بولنے لگا اشکِ رواں کے ساتھ

اس طرح دردِ دل بھی تھا میرے بیاں کے ساتھ
جیسے کہ میرا دل بھی تھا میری زبان کے ساتھ

دُنیا نے عقل ہو گئی خاموش و بے زباں
جب عشق بولنے لگا اشکِ رواں کے ساتھ

سجدہ میں سر کے قرب کا عالم نہ پوچھئے
جیسے کہ یہ زمیں ہے ترے آسماں کے ساتھ

مومن کے دل پہ معصیت بارگراں ہے یوں
جیسے کہ ہر گناہ ہو کوہِ گراں کے ساتھ

یاد خدا سے دل کو ملا چینِ دوستو
پاتا ہے چینِ کب کوئی عشقِ بُستاں کے ساتھ



جس پر حسدا ہو مہرباں رہتا ہے چین سے
ہرگز نہ ہو گا بے سکون نامہرباں کے ساتھ

رب جہاں کے ساتھ ہے جس دل کو رابطہ
اختر دعا بھی اس کی ہے آہ و فغاں کے ساتھ

(بانٹے سے ونڈ سر لیک ڈسٹرکٹ کے راستہ میں، برطانیہ، ۱۲ ستمبر ۱۹۹۳ء)



بے سُر سامانی عشق

گھر چہ میں بے گھر رہا بے در رہا
پرتے ہی در پہ میرا سر رہا
ان کو ہر لحظہ حیات نور ملی
زیر خنجر عاشقوں کا سر رہا

گردش میں کوئی خاک بھی ہے آسمان سے ملے

کرتی ہے عقل نشرِ محبت زباں کے ساتھ
لیکن بیاں ہے عشق کا آہ و فغاں کے ساتھ

کرتا کوئی دُعا ہے فقط اس زباں کے ساتھ
لیکن زباں کسی کی ہے اشک و اں کے ساتھ

رہتی کسی کی خاک ہے اس خاکدراں کے ساتھ
گردش میں کوئی خاک بھی ہے آسمان کے ساتھ

آنسو جو گر گئے ہیں محبت میں دوستو
گر کر زمیں پہ رہتے ہیں وہ اختر اں کے ساتھ

گلشن ہوا ہے مجھ کو بیا بیاں پر دون دوست
صحرا ہوا ہے رشک چمن دوستاں کے ساتھ

اختر کی یہ دُعا ہے کہ یارب کرم سے تو
دونوں جہاں میں کھنا مجھے عاشقاں کے ساتھ

(۲۱ ستمبر ۱۹۹۳ء نیویارک سے نیلیو آتے ہوئے طیارہ میں)



بہرحمہ حیات ہے سلطان جاں کے ساتھ

گذری ہے جو حیات بھی عشقِ جہاں کے ساتھ
گذرا ہے اس کا ہر نفسِ آلامِ جاں کے ساتھ

عشاقِ حقِ جہاں بھی ہیں آہ و فغاں کے ساتھ
رہتے ہیں مستِ لذتِ دونوں جہاں کے ساتھ

رہتا نہیں جو دوستِ ربِ جہاں کے ساتھ
کیا فائدہ جو رہتا ہے سائے جہاں کے ساتھ

ماصل جسے ہے تیری معینت ہر اک نفس
صحرا میں بھی رہ کر کے ہے وہ بوستاں کے ساتھ

نسبت عطا ہوئی جسے مرشد کے فیض سے
بہرحمہ حیات ہے سلطانِ جاں کے ساتھ

طاثر نہیں جو واقفِ آدابِ گستاں
ممکن نہیں گذر ہو کسی باغِ مہاں کے ساتھ

خستہ مرے مرشد کا ذرا فیض تو دیکھو
کس طرح دردِ دل کیا میرے بیاں کے ساتھ



اب ہو گئے میرے وقت کس آسنا کس تھ

کچھ سا بقیہ ضرور ہے دردِ نہاں کے ساتھ
ہے میرا بطنہ اگر آہ و فغاں کے ساتھ

اخلاص سے جو رہتا ہے پیرِ مہاں کے ساتھ
رہ کر زمیں پہ رہتا ہے وہ آسماں کے ساتھ

جو حسرتوں سے رہتا ہے زخمِ نہاں کے ساتھ
وہ دل سے رہا کرتا ہے ربِ جہاں کے ساتھ

رہتے تھے میرے جو کبھی خُسنِ بستاں کے ساتھ
اب ہو گئے ہیں وقت کسی آستاں کے ساتھ

مشغول تھی جو روج کبھی این و آل کے ساتھ
رہتی ہے شب و روز وہ ربِ جہاں کے ساتھ

چلتا نہیں ہوں میں کبھی اہلِ جہاں کے ساتھ
میں چل رہا ہوں دوستوں ان کے نشاں کے ساتھ



روپہڑتے ہیں کیوں لوگ مرسی داستان کے ساتھ
شاید کہ میرا دل بھی ہے میری زباں کے ساتھ

دھوکہ نہ کھائیے کبھی اہلِ فناں کے ساتھ
باطن میں ہے ہزار بظاہر خزاں کے ساتھ

طاہر کی دوستی ہے اگر باغباں کے ساتھ
محرور نہ ہوگا وہ کبھی آشیاں کے ساتھ

اختر مجھے تو آہِ بیاباں سے عشق ہے
رکمتی ہے جو کہ وقت مجھے جانِ جاں کے ساتھ

(جو ہانسبرگ، بوقتِ شب ۴ شعبان ۱۳۱۴ء)



دیوانہ زنجبیشِ رعین

پا بہ زنجیر جو دیوانہ نظر آتا ہے وہی اسرارِ محبت کی خبر لاتا ہے
جانِ مضطر کو بصد شوقِ فدائے کوئے کو سُوئےِ مقتلِ ترا دیوانہ بڑھا جاتا ہے

لیکن بہارِ باوجودِ خدا کے ساتھ

رہتے ہیں میراں دنوں بادِ صبا کے ساتھ
اور دل بے مست جامِ شرابِ فنا کے ساتھ

گلشن کی ہے بہار تو بادِ صبا کے ساتھ
لیکن بہارِ قلب ہے یادِ خدا کے ساتھ

ہر وقت اس کا کیف ہے رشکِ شانِ ارض
جیتا ہے جو غلامِ خدا کی رضا کے ساتھ

تو بہ خطا کے بعد ضروری ہے دوستو
شامل اگرچہ ان کا کرم ہو خطا کے ساتھ

اختر وہ باندا کبھی ہو جائے گا ضرور
رہتا ہے روز و شب جو کسی باندا کے ساتھ

(اُٹلانٹا امریکی) ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۳ء



زخمِ حسرت کی بدولت محرم منزل ہوا

نعمت بے کیفیت و کم نسبت کا جو حامل ہوا
وہ گروہ اولیا۔ میں فضل سے شامل ہوا

جو خدا والوں کی صحبت سے ذرا غافل ہوا

اس کا دل فانی حسینوں کی طرف مائل ہوا

لطف درد دل کا جس کی روح کو حامل ہوا

عاشقوں میں وہ خدا کے بالیقین شامل ہوا

جو حسینوں کی طرف اک ذرہ بھی مائل ہوا

پس اسی دم دور اس کے قریب کا ساحل ہوا

حُسنِ فانی سے نظر جس نے بچائی دوستو

زخمِ حسرت کی بدولت محرم مہسزل ہوا

اہل دل کی بزم میں خستہ جو شامل ہو گیا

اس کے آب و گل میں داخل جلد دردِ دل ہوا

(۹ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ، محرم مدینہ طیبہ)



دھواں اٹھا نہیں سے کہ صیادِ ظالم سے

منور کر دے یارب مجھ کو تقویٰ کے معاملہ سے
 ترے درتک جو پہنچا دے ملا دے ایسے عالم سے
 علاجِ حزن و غم ہے صرف توبہ کر گناہوں سے
 اندھیرے بے سکونی ہیں مہاسی کے لوازم سے
 جو دل سے غیر مخلص ہو و فدا داری سے عاری ہو
 بہت محنت اٹا رہنا چاہیے پھر ایسے خادم سے
 کیا برباد جس نے آخرت کو اپنی غفلت سے
 بھلا پھر فائدہ کیا اس کو دُنیا کے مفانم سے
 نہ اہل دل کی صحبت ہو نہ دردِ دل کی نعمت ہو
 تو پڑھ لکھ کر بھی وہ محسوس ہوگا قلبِ سالم سے
 کسی کی آہ سوزندہ فلک پر معرہ زن بھی ہو
 تو پھر ظالم کو ڈرنا چاہیے اپنے مظالم سے
 کہیں شامل نہ ہو طائر کی بھی آہ و فغان اس میں
 دھواں اٹھا نہیں سے یہ کہ صیادِ ظالم سے
 کتب خانے تو ہیں خستہ بہت آفاق عالم ہیں
 جو ہو اللہ کا عالم ملو تم ایسے عالم سے



خدا کے حکم پر اپنا گم کر دو

خدا کے حکم پر اپنا سہ تسلیم غم کر دو
گناہوں پر ندامت سے تم اپنی چشم نم کر دو
دل دیراں کو یاد حق سے تم باغِ ارم کر دو
عجم کو نور حق سے منظرِ نورِ حرم کر دو
گناہوں کی خوشی کو خوفِ محشر سے الم کر دو
اور اپنے آنسوؤں میں اپنا خونِ دل بہم کر دو
گنہ کی صبح کو خوفِ خدا سے شامِ غم کر دو
ندامت سے پھر اپنے دل کو رشکِ عالمِ جم کر دو
محران کی راہ میں تم قلبِ جاں کو وقتِ غم کر دو
فلک سے اس زمین سجدہ کو تم اپنی ضم کر دو
خدا کے نام پر قربان تم ساری نعم کر دو
اور اختر اپنے قلبِ جاں کو تم نذرِ حرم کر دو



وہ خاکِ حزن میں پر آیا بن کر سما کرمہ لایا

بمخندہ مرے دل میں وہ سلطانِ جہاں آیا
لغتِ تعبیر سے قاصد ہے مافوق البیابن آیا

سنا ہے جلوہ اس کا کینت و کم سے پاک ہے لیکن
دلِ عارف میں آیا کس طرح فوق اللسان آیا

اسی کو اہل نسبت صوفیا حضرات کہتے ہیں
جو سلطانِ جہاں ہو کر کے بے نام و نشان آیا

علامتِ اہلِ دل کی دوستوں کا ہر نہیں ہوتی
مگر منبر پہ جب آیا تو با آہ و فغاں آیا

سعیتِ خاصہ کا دل میں گواہی رہتا ہے
بگاہوں میں مگر اس کا اثر تو بے زباں آیا

بڑھی مدت سے دردِ دل لیے خاموش تھا عالم
مگر محفل میں جب آیا تو با آتشِ فشاں آیا

فیضِ مُرشدِ کامل جو نسبت کا ہوا عامل
وہ خاکِ جس میں پر آیا بن کر آسماں آیا



شکستِ آرزو سے دل شکستہ ہو گیا لیکن

ہمارا دردِ دل بن کر کے خورشیدِ جہاں آیا

لکایا جس نے غیر اللہ سے دل ایسے ظالم کو

جہاں دیکھا اسے لے دو ستونوحہ کھنایا آیا

ہزاروں خونِ حسرت سے بہت خونِ تمنا سے

شکستہ دل میں آیا اور چہرہ کیسا عیاں آیا

معیتِ خاصہ جب اہلِ دل کو بل گئی آخرتہ

وہ جب آیا ہے منسبہ پر تو باسحر بیاں آیا



ظلمتِ معصیت و الوارطاعت

پوچھے نہ کوئی اُف دل برباد کا عالم

جیسے کہ جہنم میں جو حسبِ لاد کا عالم

واللہ کہوں کیا دل آباد کا عالم

جنت کی بھی جنت ہے تری یاد کا عالم



بزرگی کرد و فدا کی نام

جو بھی ہو گا ساقی نے کا سلام
رہ نہیں سکتا وہ ہرگز ترش نہ کام

ایک دن عاشق کی سعی نام تمام
لطف سے مالک کے ہوگی نحوش مرام

ناز تقویٰ کب ہے عاشق کا مہم تمام
وہ ندامت سے ہے ہر دم شاد کام

جس کی قسمت میں ہے جنت کا مقام
راہ سنت کا ہے اس کو اہم تمام

جو نہیں کرتا بڑوں کا احترام
اس کا ذلت سے لیا جاتا ہے نام

لے بڑائی سے جو اہل اللہ کا نام
اس سے کبہ دو چپ ہو ظالم بے لگام



اہل دل کا جو ہوا دل سے عنسلام
عاشقوں کا ہو گا وہ اک دن امام

حُسن کے ساقی کو دے دو یہ پیام
مت لگا مُنہ سے مرے جامِ حرام

آسمانوں سے اترتی ہے جوئے
اس کے پینے کو کہا کس نے حرام

دیکھئے فیضانِ تسلیم و رضا
صبح گلشن ہے ہمارے عیش کی شام

حسدوں کا بس یہی انعام ہے
جل رہے ہیں کیسے ان کے صبح و شام

جو ہننے بنگلیں بجا کر صبحِ دم
اُن سے سننا ہوں فعنانِ طبلِ شام

دوستوں کو یہ خستہ کی صدا
زندگی کر دو فنا مالک کے نام

(ری یونین - ۲۰ اگست ۱۹۹۳ء -)



جو بندہ تابع فرمان رہے گا

جو غیر حق پہ قلب سے قربان رہے گا
انسان کی صورت میں وہ شیطان رہے گا
ممکن نہیں کہ قلب میں وہ پین پاسکے
جب تک کہ کوئی عامل عصیان رہے گا
فانی بتوں کے عشق میں ہو گا جو مبتلا
تا عمر دوستو وہ پریشان رہے گا
دونوں جہاں میں پائے گا وہ چین کی حیات
جو بندہ ترا تابع فرمان رہے گا
فانی بتوں سے صرف نظر کر نہیں کیا
دریائے قلب میں ترے طوفان رہے گا
ظالم اگر رہے تو مری انجمن سے دور
اے حُسن ترا عشق پہ احسان رہے گا
سُننا ہوں میں عالم ہیں یہ اختر کی زباں سے
عاصی کو قرب خاص سے حرمان رہے گا



وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے

حُسنِ بُستاں سے جو دل آباد کر رہا ہے
وہ اپنی زندگی کو برباد کر رہا ہے
جو نفس کو گستاخوں سے شاد کر رہا ہے
وہ روح کو معذب ناشاد کر رہا ہے
وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے
اُبڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے
جو یاد کر رہا ہے مولیٰ کو اپنے دل میں
سمجھے کہ اس کا مولے بھی یاد کر رہا ہے
انعام ذکر کا یہ فتراں نے بتایا
ذکر کو اس کا مولیٰ بھی یاد کر رہا ہے
پیاسوں کا یاد کرنا پانی کو ہے مُسَلِّم
پانی بھی اپنے پیاسوں کو یاد کر رہا ہے
گر یاد کر رہی ہے یہ خاکِ آسماں کو
اخترِ فلکِ زمیں کو بھی یاد کر رہا ہے



آبرو خوار پی عاشق مجاز

روتا ہے سر پہ خاک اڑا کر وہ کو بکو
منزل پہ گا مزن نہ ہوتی اس کی جستجو
جیب و گریباں پھاڑ کے کرتا ہے ہا وہو
کوئل کی طرح باغ میں کرتا ہے کو وکو

اس آہوتے ختن کے لیے سو جتن کیے
پھرتے ہیں میر دشت میں سر پہ کفن لیے

مدت کے بعد جب نظر آیا وہ نازیں
مانسی کی داستان محبت تھی سرنگوں
دونوں کی آبرو بھی تھی مدفون قبر میں
اور کربلائے قتل محبت سے اشکِ نوحوں

سنبل کے تازیاں سے سوسن کے دار سے
بھاگے ہے میر نالہ کناں کوئے یار سے



عشقِ مری کا عذاب

دل کو دے کر حُسنِ فانی پر نہ اُجڑا جائے گا
حُسنِ کا اُجڑا ہوا منظر نہ دیکھا جائے گا
یہ حسیں تجھ کو کبھی آباد کر سکتی ہیں
تیرے دل کو جزا لم کچھ شاد کر سکتی ہیں
عشقِ صورت ہے عذابِ نارِ عاشق کے لیے
زندگی کس درجہ ہے پُر خارِ فاسق کے لیے
صورتِ گلِ ہیں مگر حُسنِ رُوس سے بڑھ کر پُرالم
صورتِ ان کا کرمِ عاشق پہ ہے صد ہاتھم
اے حُسنِ کشتی مری طوفانِ شہوت سے بچا
ان حسینوں کے عذابِ نارِ الفت سے بچا
چار دن کی چاندنی پر مہرِ سیرمت جانا کبھی
آفتابِ حق سے ظلمت میں نہ تم آنا کبھی



عارض وگیسو کی ہیں یہ عارضی گل کاریاں
چند دن میں ہوں گی یہ ننگ حناں پھولاریاں

ان کے چہروں سے نمک کچھ دن میں حیب جھڑ جائے گا
میراُن کو دیکھ کر تو شرم سے گڑ جائے گا
ایک دن بگڑا ہوا جغرافیہ ہو گا صنم
دیکھ کر جس کو تو ہو گا محو حسرت محو غم

مال و دولت دین دایاں آبرو چین و دستار
سب لٹا کے ایک دن ہو یقیئاً شرمسار
بارحسا دیکھا کہ کیسے کیسے خورشیدِ قمر
چند دن گذرے کہ آئے وہ خمیدہ سی کمر

آہ جن آنکھوں سے شربتِ رُوح افزا تھامیاں
چند دن گذرے کہ ان آنکھوں سے اٹھتا تھا دھواں
سُرخِ رُخسار جو تھی آہ کل برگِ گلاب
عاشقوں کا دل تھا جس کو دیکھ کر مثلِ کباب

چند دن گذرے کہ وہ چہرے ہو نفعی ہو گئے
عاشقوں کے چہرہ الفت بھی احمق ہو گئے



ڈھونڈتا ہے میرا ب اُن کے لبوں کی سُرخیاں
 پر نظر آئیں فقط چہرے پہ ان کے تجزیات
 ان کی زلف سیاہ پر جب سے سفیدی چمکی
 ہر کئی خستہ غم حسرت سے پھر مجھ گئی



مرقعِ عبت

تو ٹوٹ جائیں گے سارے بندھن	تکلیبی چہرے جو ہوں گے بیگن
اگرچہ پہنے وہ لاکھ کسنگن	وہ شاعرِ زادی لگے کی بیگن
اگرچہ کر کے آئے وہ کھنگھی	وہ شاہزادہ لگے گا بھنگی
لگائیں ان پر مزارِ منجمن	یہ دانت بل کر اکھڑ پڑیں گے
کہ نفس و شیطان ہیں تیرے دشمن	نہ سُننا لے میرا اُن کی ہرگز
اگرچہ پہنے ہوئے ہے پکن	لگا بڑھاپے سے مجھ کو فتو
جو تھے جوانی میں شیرِ افکن	ہوئے ہیں پسیری میں مثلِ تلی
یہی ہے بس اک طریقیِ احسن	بچاؤ اپنی نظر کو خستہ



معراجِ عشق

یہ نظم چغتاری منزل علی گڑھ میں لکھی تھی جبکہ حضرت اقدس پھولپوری مولانا علیہ
سے ہمراہ وہاں ہوا تھا۔ ————— (محمد اختر)



رہوں روز و شب گرچہ باغِ ارم میں وہ دونوں جہاں دیں عمومِ کرم میں
کروں عیش کو ہر طرح کی نعم میں عطا ہفت اقلیم ہو ہر قسم میں
مے دل میں تیرا اگر غم نہیں ہے
تو یہ ساری راحت کم از کم نہیں ہے
بہت خوش نما ہیں یہ بنگلے تمہارے یہ گملوں کے جھرمٹ یہ نگینے نطائے
ارے جی رہے ہو یہ کس کے سہارے کہ مرنے سے ہو جائیں گے سب کھارے
اگر قربِ جان بہاراں نہیں ہے
یہ ننگ حراں ہے گلستاں نہیں ہے

تھیں سے ہے جنت بھی جنت ہماری نہ ہو تم تو جنت میں بھی ہوں میں ناری
محبت کی دل پر لگے ضربِ کاری مری کامیابی کی آجائے باری



مری جاں کا کوئی سہارا نہیں ہے

بجز تیرے کوئی ہمارا نہیں ہے

یہ ہے عشق میں امتحان کس بشر کا بنائے ذبیحہ جو اپنے پر سر کا

پدر سے ہے اعجاز قلب و جگر کا پر سے ہے اعب از تسلیم سر کا

ترے علم پر کیا گوارا نہیں ہے

کوئی تجھ سے بڑھ کر پیارا نہیں ہے

ترے عشق کے عزم کا ادنیٰ اثر ہے کہ جاں سر پر کف زیر تیغ و تبر ہے

بکوائے ملامت کوئی در بدر ہے بشوق شہادت کوئی دار پر ہے

اگر آپ کا عزم ہمارا نہیں ہے

مجھے ہر دو علم گوارا نہیں ہے

ملائک زخون شہیدانِ ملت محبت کی ہمت سے ہیں مجھ حیرت

کہا تھا کہ مفسد بشر کی ہے فطرت ولے شاد باش لے جنونِ محبت

ترے غم سے بڑھ کر کوئی غم نہیں ہے

بشر سے یہ اعب از غم کم نہیں ہے

بہت سے سلاطین ٹوٹے گھر سے بے گھر دلوں میں جب ان کے کیا عشق نے گھر

مزرہ ان کو آیا جو اس سنگِ درپر تو پایا فقیر می کو شامی سے بہتر

وہ دل جس میں بلوہ تھا را نہیں ہے

وہ دل سب کا ہو پر تھا را نہیں ہے



بکھی تو بہ آہ و فغاں رو رہا ہوں بکھی دل ہی دل میں نماں رو رہا ہوں
بکھی اک خلش سی محض پارہا ہوں بکھی خون آنکھوں سے برسا رہا ہوں

ترے نم کا جو ہاتے مارا نہیں ہے

بکھی کا وہ ہو پرتھرا نہیں ہے

جگہ ہے وہی ساری دُنیا میں خوشتر جہاں آپ کے در پہ ہوگا مرا سر
نہ ہرگز مرا سر ہو اور غیر کا در یہی ہے شبِ روزِ فریادِ اختر

جو ہے آپ کا بس وہی ہے ہمارا

ہمارا نہیں جو نہیں ہے تمہارا



نصیحتیں برائے شائقینِ مجاز

حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا

کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر

یہ عالم نہ ہوگا تو پھر کیا کرو گے

زحلِ مشتری اور مریخ لے کر



خون کا ہمسار

(یعنی مجاہدہ راہ سلوک)

عارفانِ زمانہ ہر دم آمنوں
کہ گذر کر دنداز دریائے خون

(ردی)

سنو داستانِ مضطر ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر
یہ لہو لہاں کا منظر مرا سر ہے زیرِ خنجر
مرے خون کا بھرا حمر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

میں کلی ہوں ناشگفتہ مری آرزو شکتہ
میں ہوں ایک ہوشِ رفتہ مرا دردِ راز بستہ
مری حسرتوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مرے دل میں غم نہاں ہے مری چشمِ خونِ فشاں ہے
مرے لب پہ وہ فشاں ہے کہ فلک بھی نوحہ خواں ہے



مری بے کسی کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

یہ تڑپ تڑپ کے جینا لو آرزو کا پینا
یہی میرا جام و مینا یہی میرا طور سینا

مری وادیوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مری آہ کا اثر ہے مرے درد کا اثر ہے
کہ جہاں بھی سنگ ہے مرے آنسوؤں سے تر ہے

مری عاشقی کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مرا غم زدہ جگر ہے مری چشم چشم تر ہے
مرا کھر خوں سے تر ہے مرا بر لو سے تر ہے

مرے بحر و بر کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

وہ جو حنا لقاں جہاں ہے وہی میرا راز داں ہے
مرا سال خود زباں ہے مرا عشق بے زباں ہے



بھسی بے زباں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مری منکر لا مکاں ہے مرا دردِ حبا وداں ہے
مرا قصہ دلتاں ہے مری رگ سے خونِ رواں ہے

مرے خون کا سمندر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مرا عنم خوشی سے بہتر مرا حسار گل سے خوشتر
مری شبِ فتر سے انور غمِ دل ہے دل کا زہر

عنم رہنا کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

یہ کرم ہے ان کا آخرتہ جو پڑا ہے ان کے در پر
کوئی زخم ہے جگر پر غمِ شام ہے حسر پر

مری زندگی کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

(کراچی ۱۳۹۲ء)



مری چشم تر خون برسا رہی تے

مری چشم تر خون برسا رہی ہے
جہاں بھی کہیں سنگٹ پا رہی ہے

مری آہ کی کچھ خبر لا رہی ہے
صبح آج با چشم تر آ رہی ہے

یہی آہ دل دل کو گرما رہی ہے
محبت کی تکمیل مندما رہی ہے

نہ پوچھو تم بتی آہ سحر کو
ضیائے مہ و مہر شہما رہی ہے

بصد شوق بصد تلامم کے اندر
مری ناؤ زیر و زبر حبار رہی ہے

تجھے جذبِ نور شید شبنم مبارک
سوئے یار بے بال و پر جا رہی ہے

مبارک تجھے اے مری آہ مضر
کے منزل کو نزدیک تر لا رہی ہے

بکوئے حبیبیے دل تشنہ کائے
فناں میدی شام و سحر جا رہی ہے



خوش آن نگارے نگہ پر خارے
کہ عشاق کو دار پر لا رہی ہے

نہ پوچھو شب عنم کی تار کیوں میں
اب آہ سحر جلوہ مند رہی ہے

ہٹو میری نظروں سے امواج نکلیں
یہ کشتی پیا کے نگر جا رہی ہے

بتائے سحر اس کے جلووں کے آگے
بہ ایس لاف و دعویٰ کہ جا رہی ہے

ہے سرور دل کی تباہی پہ خستہ
کہ ہر سو تجستی نظر آ رہی ہے



علاج تکبر

الماری اُسرار کے تالہ کو ذرا کھول ظاہر ہوا جاتا ہے ترے ڈھول کا سب بول
اے لطفہ ناپاک تو آنکھیں تو ذرا کھول زیبا نہیں دیتا ہے تکبر کا تیجے بول



پھر نعرہ مستانہ ہاں اس دل دیوانہ

پھر نعرہ مستانہ ہاں اے دل دیوانہ
زنجیرِ علاقہ پر چھسہ ضرب ہو زندانہ
پھر اشک بڑا ماں ہو چھسہ چاک گریباں ہو
پھر صحرا نوردی کا دھسہ کوئی افسانہ
کیوں رشک گستاں ہے خاموشی دیرانہ
صحرا کی طرف شاید پھر ہے رُخ دیوانہ
رود کے کوئی مجنوں زنداں میں کہہ رہا تھا
یارب مرا دیرانہ یارب مرا دیرانہ
دست جنوں کی طاقت دیکھے کوئی فرزانہ
زنداں علاقہ سے بھاگا ہے وہ دیوانہ
فرزانگی کو بدلے دیوانگی سے دم میں
مل جائے اگر اے دل تجھ کو کوئی مستانہ
محبوب حقیقی سے کب تک لے ہے گا غافل
ہاں نفس پر تو کر دے اک وار دیرانہ
گمراہ دل کی صحبت پا جائے کوئی اختر
ہو خاک تن سے نساہر غنچی کوئی حسرتانہ



فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے

یہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
 یہ اُمیدِ نصیحتِ دوستو اس کی اشاعت ہے
 جسے حاصل کر مے اُنکے توفیقِ انابت ہے
 یقیناً اس کو حاصل رشکِ صدِ اقلیمِ دولت ہے
 کرم ہے اُن کا جو حاصل تجھے حُسنِ خطابت ہے
 مگر رب کی مشیت پر ہی تاثیرِ ہدایت ہے
 اگر حاصل کسی کو راہِ حق پر استقامت ہے
 تو یہ اللہ کی جانب سے رحمت اور نصرت ہے
 اگر خونِ تناسل سے ہمارے دل میں حسرت ہے
 مگر پوشیدہ اس میں اُن کی قربتِ رشکِ منت ہے
 غمنا ہوں کی تناسل آہِ ظالم کیسی فطرت ہے
 کہ جس کی ابتدا تا انتہا ظلمت ہی ظلمت ہے
 ہمیشہ یاد رکھنا ان کو آخرتِ دردِ نسبت ہے
 نہیں ہے صاحبِ نسبت جو ظالم اہلِ غفلت ہے

(دارالعلوم اہل القرآن، باغِ آزاد کشمیر، ۳۰ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ)



ترے عاشقوں پہ جینا ترے عاشقوں پہ مرنا

ہے اسی طرح سے ممکن تری راہ سے گزرتا
کبھی دل پہ صبر کرنا کبھی دل سے شکر کرنا

یہ تری رضا میں جینا یہ تری ضما میں مرنا
مری عبدیت پہ یارب یہ تہے سیرا فضل کرنا

یہی عاشقوں کا شیوہ یہی عاشقوں کی عادت
کبھی گریہ و بکا ہے کبھی آہِ سرد بھرنا

یہی عشق کی علامت یہی عشق کی ضمانت
کبھی ذکر ہو زباں سے کبھی دل میں یاد کرنا

مری زندگی کا حاصل مری زینت کا سہارا
ترے عاشقوں ہیں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگ پہ مرنا



یہ تری عنایتیں ہیں یہ تری مدد کا صدقہ
مری جان ناتواں کا ترے عزم پہ صبر کرنا

یہ تری عطا ہے یارب یہ ہے تیرا جذب پنہاں
مرانا لہ نہامت ترے سنگ در پہ کرنا

مرا ہر خطا پہ رونا ہے یہی مری تلافی
تری رحمتوں کا صدمت مرا جرم عفو کرنا

تری شان جذب ہے یہ تری بندہ پروری ہے
مرے جان و دل کا تجھ کو ہمہ وقت یاد کرنا

بھی اہل دل کی صحبت جو ہلی کسی کو خستہ
اے آگیا ہے جینا اے آگیا ہے مرنا



حُسنِ عارض کا عارضی ہونا

اُس کے عارض کو لغت میں دیکھو کہیں مطلب نہ عارضی نکلے



اشاعت پر شعروں کی نصیحت ہے

یہ فیض صحبت ابرار یہ دردِ محبت ہے
اشاعت میرے شعروں کی بامید نصیحت ہے

محبت درحقیقت اتباعِ راہِ سنت ہے
نبی کا راستہ ہی حاصلِ عشق و محبت ہے

یہ دعویٰ عشق کا جو بھی خلافِ راہِ سنت ہے
محبت نام کی تو ہے مگر دراصل بدعت ہے

محبت کو تو بس محبوب ہی سے خاص اُفت ہے
کہاں اغیار سے اس کو بھلائے کی فرصت ہے

یہ گانے اور ڈھولک اور طبلے کی جو علت ہے
کہاں سنت سے ثابت ہے سراسر بیضلات ہے

میر جس کو سنت پر عمل کرنے کی نعمت ہے
تصوف میں اسے حاصلِ عظیمِ اِشَانِ عظمت ہے



وہی شیخ طریقت دوستو محبوب ملت ہے
کہ جس کے ہاتھ میں ہر وقت شمع نور سنت ہے

ہوا پر اڑ کے دکھلانے کی بھی گراہ کو قدرت ہے
اے شیطان سمجھو کہ خلاف راہ سنت ہے

مرے مرشد کو حاصل جو غم احیاء سنت ہے
عظیم الشان دولت ہے عظیم الشان نعمت ہے

ضیاء مہر شمسندہ پر پیش نور سنت ہے
کہ سنت دوستو گویا کہ خود شمع نبوت ہے

وہ سالک جس کا دل بھی حاصل در محبت ہے
اے غیروں کو دل دینے سے اختر سخت نفرت ہے



ضمانت مغفرت کی دوستو! اشکِ ندامت ہے

یہ مانا معصیت میں مجرمانہ تھوڑی لذت ہے
مگر اس پالنے والے سے یہ کیسی بہت اوت ہے

ذرا سی دیر کی لذت ہمیشہ کی ندامت ہے
جنسازہ آبرو کا دفن کرنا کیسے حماقت ہے

ترمی یہ سرکش حق سے ارے کیسی جبارت ہے
خدا سے تیرے بے غوفی بھی ظالم کیا قیامت ہے

یہ مرنا مرنے والوں پر کھلی کیسی حماقت ہے
اور ان کی زندگی دونوں جہاں میں کیسی غارت ہے

فنا ہوتا ہے جب جزا فیہ اس حُسنِ فانی کا
پتہ چلتا ہے تب یہ عشقِ فانی کیسی لعنت ہے



زمینِ محبِ رماں ان محبِ رموں پر کیسی اُلٹی ہے
پھر ان پر پتھروں کی ایسی بارش کیسی لعنت ہے

عذابِ نار سے بچنا ہے تو کر توبہ صادق
ضمانتِ مغفرت کی دوستو! اشکِ نئے امت ہے

یہ توبہِ جلد ہے مقبول اہلِ دل کی صحبت میں
جہاں اللہ والے ہیں برستی واں پر رحمت ہے

وہ تقویٰ جلد پا جاتا ہے اختر ان کی صحبت سے
گناہوں کی پُرانی گرچہ اس کی سخت عادت ہے



ندامتِ عاشقانِ مجاز

اس کا جمال تھا فنِ چہرہ پہ آگئی خزاں
اپنی تمام عاشقی بن گئی شرم کا علم
اپنا سر نیاز تھا قدموں پہ آہ جن کے نم
ان کی خزاں کو دیکھ کر چشم ہے آج میری نم



اسی کی روح میں ہوتا درد پنہانی

اسی کی روح میں ہوتا ہے درد پنہانی
جو رہ کے دُنیا میں رہتا ہے بن کے یزدانی

غناہ کرنے سے آئے گی وہ پریشانی
کریا د آئے گی جس سے تجھے ترسی نانی

یہ نفس سخت ہے دشمن نہ اس کا کنا سُن
نہیں تو ہوگی تجھے ایک دن پشیمانی

ذرا سی دیر کی لذت ہے دائمی ذلت
غناہ کرنا ہے اے دل بہت ہی نادانی

مزے کی بات تو یہ ہے کہ کچھ مزہ بھی نہیں
غناہ کرنے میں ہے سیکڑوں پریشانی

مرے پیامِ محبت کو سُن لے لے اختر
تو اپنی روح کو بس کرحسدا پہ دیوانی

(۹ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ حرم مہینہ پاک)



نفس دشمن شہرین کو ہناشا دکر

اپنے مالک سے اٹھ کر کے منہ یاد کر
دل کو سجدہ میں رو رو کے آباد کر

روح کو نور تقویٰ سے تو شاد کر
نفس دشمن ہے دشمن کو ہناشا دکر

دل کو نور حشا سے تو آباد کر
اور گناہوں کی خواہش کو برباد کر

حمد سے اس زباں کو تو حسنا دکر
سر کو چوکھٹ پہ ان کی تو سجاد کر

قلب و جاں کو تو اس در پہ عباد کر
اور سکون دل و جاں کو حسنا دکر

اپنی خوشیوں کو خستہ تو برباد کر
اپنے رب کی خوشی سے دل آباد کر



رفقار کا گفتار کا کردار کا عالم

جب سے ہے مرے سامنے مولائے کائنات
دربار سے پوچھے کوئی دربار کا عالم
جب سے ہوا ہے خالق گلشن سے رابطہ
گلزار سے پوچھے کوئی گلزار کا عالم
شمس و مہر کی روشنی سب ماند پڑ گئی
جب سے دیا اللہ نے انوار کا عالم
دیکھو تو عاشقوں کی ذرا شان دوستو
رفقار کا گفتار کا کردار کا عالم
مگر اتباع سنت نبوی کا ہو چلن
رفقار سے پوچھے کوئی رفقار کا عالم
جب حشر میں بخشیں گے گناہوں کو کرم سے
کیا ہوگا بھلا آپ کی سرکار کا عالم

(دارالعلوم منیہ، بیٹیلو، امریکہ) ۲۳ ستمبر ۱۹۹۳ء



جلسہ قربِ محبت

محبت میں کبھی ایسا زمانہ بھی گذرتا ہے
زباں خاموش رہتی ہے مگر دل روتا رہتا ہے
اگرچہ راہِ تقویٰ میں ہزاروں غم بھی آتے ہیں
مگر جو عاشق صادق ہے غم کو سہتا رہتا ہے
صلہ عشقِ محبازی کا یہ کیسا ہے ارے تو بہ
کہ عاشق روتے رہتے ہیں صنم خود سوتا رہتا ہے
خطاؤں کی اگر آئی ہے دامن پر ذرا سیاہی
تو اپنے آنسوؤں سے عشق اس کو دھوتا رہتا ہے
گنہگاروں کی مت تحقیر کر اے زاہدِ نادان
کہ ان کی آہ و زاری پر فلک بھی روتا رہتا ہے
بے فیض مرشدِ کامل جو دردِ دل ہوا حاصل
تو دل پر جلسہ قربِ محبت ہوتا رہتا ہے
جو غیروں پر فدا کرتا ہے اپنے قلب و جانِ اختر
بہ جرم بے وفائی حق سے وہ محروم رہتا ہے



وہی پائین تل جو مہر کے رہتا ہے

یہی تو عشق کا جغرافیہ دن رات رہتا ہے
کہ ہر تاریخِ حسرت پر وہ رضیٰ ل سے رہتا ہے

خطا صادر اگر ہوتی ہے تو اشکِ ندامت کا
حضورِ سجدہ حق ایک دریا سا بھی بہتا ہے

یہ ان کی راہ میں چلتا ، نہیں خوبی ہے رہر کی
کہ مالک کے کرم کا ہر دم مرہون بہتا ہے

علامت ہے کہ یہ طالب ہوا ہے صاحبِ نبوت
رہ تقویٰ میں جو بھی رات دن ہر غم کو بہتا ہے

یہی ہے تجربہ دُنیا میں سب اللہ والوں کا
وہی پاتا ہے منزل ساتھ جو رہبر کے رہتا ہے



یہ منزل کی طلب بھی جذبِ منزل ہی کا صدقہ ہے
وگرنہ مست دنیا ہی میں یہ انسان رہتا ہے

دلیل کامیابی ہے تلاش مرشد منزل
کہ بے رہبر ہی منزل سے سدا محروم رہتا ہے

ہلی ہیں لذتیں دونوں جہاں کی اس کو اے اختر
جو اپنے مالکِ جاں پر فدا جاں کرتا رہتا ہے



دل کا مصروفِ تہی

ظالم ہے عدل کے غلافِ غیر کو دل دیا اگر
جس نے دیا ہے دل تجھے دل کو فدا اسی پہ کر
اس کا سکون چھین گیا مرکز سے جو ہوا جبدا
مرکز دل خدا ہے بس دل نہ فدا کسی پہ کر



ہر اک ذرہ کو رہنما دکھنا ہوں

میں جب بھی یہ ارض و سما دیکھتا ہوں
ہر اک ذرہ کو رہنما دیکھتا ہوں
ہر اک رند کے جام و مینا کا عالم
ترے سیکرہ کا گدا دیکھتا ہوں
بہت سا غم کو دنیا میں دیکھا
مگر تجھ پہ سب کو خدا دیکھتا ہوں
خزاں میں ہر اک بوستاں خشک دیکھا
ترے باغِ دل کو خدا دیکھتا ہوں
زمانے کے رندوں سے ہمتا ہوں لیکن
ترے مستیاں کچھ سوا دیکھتا ہوں
ترے عالمِ مٹو کا منظر وہ دیکھا
کہ آزاد ہر ماسوئی دیکھتا ہوں
ترے درد و غم کو لے آختہ ہمیشہ
رہ عشق میں ناحدا دیکھتا ہوں



رُشکِ جنت سے تڑپنا خوشنودی

رُشکِ جنت ہے تڑپنا خوشنودی
 جب ملی توفیقِ سَرافِ گندگی
 ہے گناہوں میں جہنم کا اثر
 ان کی مرضی پر کریں قربان جاں
 جو رہے گامستِ شانِ خواجگی
 اُف گناہوں سے تڑپنا آلودگی
 فکرِ عقبی سے تڑپنا افسردگی
 رابطہ کر جبکہ اہل اللہ سے
 صحبتِ نیرکاں سے انتر ایک دن
 ننگِ دوزخ ہے تڑپنا ناراضگی
 اُن سے حاصل ہو گئی وابستگی
 کس قیامت کی ہے دل میں تیرگی
 بندگی کی ہے یہ روحِ بندگی
 پا نہیں سکتا وہ رُوحِ بندگی
 اور نہیں تجھ کو شعورِ گندگی
 صرف دُنیا سے تڑپنا دل بستگی
 تا نہ ہو برباد تیرے زندگی
 دور ہو جائے گی تیرے خستگی



مُرشد سے درخواست کرنے

ساقیا حبامِ الفت پلا دے میری اصلاح کی بھی دُعا دے
میرے مولا سے مجھ کو بلا دے اور گناہوں کو مجھ سے چھڑا دے
مجھ کو نفرت ہو ہر معصیت سے رُوح کو مسیبری ایسی دُوا دے
ہو تقاضا اگر معصیت کا ہوں نہ مغلوب، ہمت خُدا دے
اپنی آہِ سحر میں یہ کہنا اے خدا اپنی کامل رضا دے
پہین کی نیند مجھ کو سُلا دے خوابِ غفلت سے مجھ کو جگا دے
بندب سے مجھ کو اے میرے مالک اہل تقوٰے کرم سے بنا دے

اپنے اخیستہ کو رُسوا نہ کرنا
اس کے عیبوں کو یارب چھپا دے



اے خدا مجھ کو آنسو کا دریا بھی دے

لطفِ گلشنِ بھی دے لطفِ صحرا بھی دے
اس چمن میں کوئی عنم کا مارا بھی دے
ایسی کشتی کو موجوں کا کچھ ڈرنس
مالکِ بحر و برج بسا را بھی دے
موجِ غم میں ہے کشتی بھنسی اے خدا
فضل سے اس کو کوئی کسٹا را بھی دے
مجھ کو حسرت میں بھی یاد تیری ہے
اے خدا عاشقوں کا نظا را بھی دے
یوں بیانِ محبت زباں پر تو ہے
اے خدا مجھ کو آنسو کا دریا بھی دے
اپنے آخرتہ کو دے نعمتِ علم بھی
اور زباں پر محبت کا نعرہ بھی دے

(جنوبی افریقہ - ستمبر ۱۳۱۳ھ)



تب وہ سمجھے مری بے گلی کو

جب لگائی ہے دل کی لگی کو
تب وہ سمجھے مری بے گلی کو
سمجھو عکس کعبے پائے حشم
ارض طیبہ کی ہر حسد گلی کو
چار سوان کی نسبت کی خوشبو
میا ہوا ہے یہ دل کی گلی کو
نیزد غائب ہے اور چشم تر ہے
عشق سمجھے تھے وہ دل لگی کو
قیس نے بس سے پائی تھی لیلی
چومتا تھا کبھی اس گلی کو
کیوں نہ چومے بسد شوق مومن
ان کی نگری کی حسد ہر گلی کو
اپنی یادوں کے صدقے میں خستہ
دل لگی کر دیا بے گلی کو



بے بی بی امجد علیہ وسلم



سکون دل در محب اہل دل

سولائے تیرے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے یارب جدھر بھی جاؤں
کے غم جان و دل سناؤں کے میں زخمِ سب گرد کھاؤں

یہ دنیا والے تو بے وفا ہیں وفا کی قیمت سے بے خبر ہیں
پھر ان کو دل دے کے زندگی کو جفا سے آہنگ کیوں بناؤں

یہ بت جو محتاج ہیں سراپا عسلام ان کا بنوں تو کیوں کر
غلام کا بھی غلام بن کر میں اپنی قیمت کو کیوں گھٹاؤں

یہ مانا ہم نے چمن میں خوشترنگ گل سے بلبل ہے مست و شیدا
مگر نیشن جو عارضی ہو تو اس کو مسکن میں کیوں بناؤں

مجھے تو اختر سکون دل گر ملا تو بس اہل دل کے در پر
تو ان کے در کو میں اپنا مسکن صمیم دل سے نہ کیوں بناؤں



اے مری آہ بے نوا تو نے کمال کر دیا

عالم ہجر کو مرے تو نے وصال کر دیا
یعنی ہماری آہ کو واقف حال کر دیا

اپنا جہاں دکھا کے یوں محو جمال کر دیا
میری نظریں یہ جہاں خوابے خیال کر دیا

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں
اے مری آہ بے نوا تو نے کمال کر دیا

میرے قومی تو اس قدر ہوتے ابھی نہ مضحل
اے دل جلتائے غم تو نے نڈھال کر دیا

ذوق طلب بھی مختلف دہریں دیکھتا رہا
اختر بے قرار نے تیرا سوال کر دیا



آہاماری کائنات دل سحر شوقمیر

دل میں ان کی یاد کی لذت ہو اے درد بگر
پھر ترا کیا شام غم اور کیا تری آہ سحر
دل تو کچھ روشن نہیں ہے تم سے اے شمس و قمر
کائنات دل کے ہیں کچھ دوسرے شمس و قمر
تجھ سے روشن ہیں جہان درد کے شمس و قمر
اے امام درد دل اے رہبر درد بگر
اے خدا تجھ سے ہی روشن ہیں ہمارے رات دن
اے ہاماری کائنات دل کے نور شید و قمر
میں نے یہ دیکھا، نہیں ہمت سکوں تیرے بفر
گرچہ حاصل ہو مجھے کل کائنات بحر و بر
اے خدا کیا رابطہ ہے تجھ سے ان ارواح کو
بے ترے پاتی نہیں جو چین با صد مال و زر
آسمان دل پہ ان کے غم کے تارے ہوں اگر
پھر شب تاریک میں بھی طے ہو منزل بے خطر
گر ہے جان زندگی سے دور کوئی زندگی
تلخ کر دیتی ہے آہستہ تلخی شام و سحر



تلاش دیوانہ

اختر ہیں تو چاہیے وہ زند بادہ نوش
جس کو ہو فکر حبّ ام نہ ہو فکر ناؤ نوش

ہو جس کی موت و زندگی بس اس کے نام پر
دونوں جہاں کو کھیل گیا اس کے نام پر

جو روح چین پاتی نہ ہو اس کے غیر سے
وحشت سے بھاگی پھرتی ہو ہر ایک ڈیر سے

یہاں میں ہو جو درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

اللہ کے درد سے وہ اس طرح اختر
ارض و سما کی فیض ہو جائے منور

یا رب ترے عشاق سے ہو میری ملاقات
قائم ہیں جن کے واسطے یہ ارض و سماوات

لے زند بادہ نوش سے مراد اللہ تعالیٰ کا شوق ہے ملے جام سے مراد جام معرفت و محبت الہیہ ہے۔



جیتے ہیں جو ترے لیے مرتے ہیں ہم وہیں
جس دل میں تو نہیں وہاں جائیں گے ہم نہیں

دل جاتے جب وہ دردِ شناسائے محبت
پھر شوق سے کر دوں ہند اگھمائے محبت

پلوچھوں گا میں اس سوختہ جاں سے یہ بادب
ہم تشنہ لبوں کو بھی پلانے گا جام کب

کچھ راز بتا مجھ کو بھی اے چاکِ گریباں
اے دامنِ تر اشکِ رواں زلفِ پریشاں

کس کے لیے دریا تری آنکھوں سے رواں ہے
کس کے لیے پیری میں بھی تو رشکِ جواں ہے

کس کے لیے لبِ پریت سے آہ و فغاں ہے
کس برق سے اٹھتا یہ نشیمن سے حواں ہے

ہے کس نگہِ پاک کا تیرے بگرمیں تیر
اک غلق ہوئی جاتی ہے جس درد کی اسیر



تیرے چمن کو کیسے اجاڑے گی وہ خزاں
جو خود ہی تیرے فیض سے بے رنگِ گلستاں

میں کچھ بھی نہیں دوستو ہیں سب مے اشعار
فیض شدہ عبد الغنی فیض شدہ ابرار

میں داستان درد جگر کس کو سناؤں
اختر میں اپنا زخم جگر کس کو دکھاؤں

پا جاتا ہوں جب آشنائے دردِ جگر کو
کرتا ہوں فاشس رابطہ شمس و مہر کو

لے شمس کے نور سے قمر منور ہوتا ہے بشرطیکہ زمین درمیان سے ہٹ جاوے ورنہ جس قدر
زمین مائل ہوتی ہے اسی قدر چاند بے نور ہوتا ہے یہ حیولت اگر کامل طور پر ختم ہوتی ہے
تو چاند چودھویں تاریخ کا بد کامل ہوتا ہے اور اگر یہ حیولت کھی طور پر مائل ہو تو چاند بائبل
بے نور ہو جاتا ہے ہی طرح آفتاب قرب حق اور طلب کے درمیان نفس کی زمین مائل ہے
جو ساک اپنے نفس کو باکل مشاویہ ہے۔ اس کے دل کا چاند اللہ تعالیٰ کے نور سے باکل
منور ہو جاتا ہے اور جس کا نفس جس قدر مائل رہتا ہے اسی قدر دل بے نور رہتا ہے۔



حفاظت نظر

بے پردہ حسینوں سے ہوا تنگ زمانہ
آنکھوں نے شروع کر دیا اب دل کو ستانا
ممکن نہیں صورت میں نہ ہو کوئی تفسیر
بیکار ہے پھر ان سے ترا دل کا گانا
لیکن اگر آنکھوں کو نہ تو ان سے بچائے
ممکن نہیں پھر دل کا ترے ان سے بچانا
آنکھوں کی حفاظت میں ہے اس دل کا سکون بھی
گو نفس کرے تجھ سے کوئی اور بہانا
دھوکہ ہے تجھے لطف حسینوں سے ملے گا
ابلیس کے کہنے سے کبھی اس پہ نہ جانا
پاگل کی طرح پھرتے ہیں عشاقِ محبازی
بے چین ہیں دن رات یہ بدنام زمانہ
رہنا ہے اگر چین سے سُن لو یہ مری بات
آنکھوں کو حسینوں کی نظر سے نہ ملانا
اتر کی یہ اک بات نصیحت کی سُنو تم
ان مُردہ حسینوں سے کبھی دل نہ لگانا



انسانیت کا اپنی وہ پرچم حبلہ گئے

ہم جنس پرستی سے جو لذت اڑا گئے
انسانیت کا اپنی وہ پرچم جلا گئے
رُسا ہوئے ہیں فاعل و مفعول آن میں
دونوں حیا کے اپنے جنازے اٹھا گئے
ہرگز ملا سکیں گے نہ آنکھیں تمام عمر
آپس میں شرم کے جو وہ پردے ہٹا گئے
دھوکہ یہ تھا کہ حق محبت ادا کریں
نفرت کا بیج تا دمِ آخر جما گئے
مجھے تھے جس نظر کو اساس حیاتِ دل
کیوں اس نظر سے آج وہ نظریں بچا گئے
کیا کم ہے دوستو یہی لعنت مجاز کی
پہچاننے کے بعد بھی آنکھیں پُرا گئے
یہ عشق کی صورت میں تقاضے تھے فسق کے
دونوں کو ایک پل میں جو رُسا بنا گئے



ایک دن پوچھے گا ماں کہاں بنا کیا کیا

زندگی بھر کو فتنہ بریائیاں کھایا کیا
خاک تن میں خاک رنگیں اس طرح لایا کیا

عمر کو مت خاک کر غفلت سے رنگیں خاک پر
ایک دن پوچھے گا ماں کہاں بنا کیا کیا کیا

بس وہی محفوظ رہتا ہے گناہوں سے سدا
اپنی رست کا خدا نے جس پہ بھی سایہ کیا

حسن جب فانی ہوا تو پھر کہاں جائے گا تو
رات دن تو جن بتوں کا آہ گن گایا کیا

روزِ محشر اُن گنہگاروں کی بھی ہوگی نجات
اشکباری سے گناہوں پر جو پکچھتا یا کیا

ہائے یہ انجام بد ظالم ترا عشق مجاز
عمر بھر آپس میں دل پھر کیسا شرمایا کیا

جس نے بھی اختر کیا اُن پر فدا دونوں کہاں
ہر نفس وہ حاصل دونوں کہاں پایا کیا

(ادوار جون ۹۵ کراچی)



اے چشم اشکبار ترا ہے عجب بیاں

غم کے بغیر معرفت ہوتی نہیں عیاں
جیسے سیاہ پتلی سے روشن ہے یہ جہاں

مشکل تھا درد عشق کا لفظوں میں ہو بیاں
اے آہ تیرا شکریہ تو خود ہے تر جہاں

تو نے ہی راز کہہ دیا اے چشمِ خوںِ فشاں
ورنہ تھا مدتوں سے مراد دردِ دل نہماں

اے چشم اشکبار ترا ہے عجب بیاں
جیسے تجھے نہیں ہے کوئی حاجت زباں

تجھ کو ہو مبارک تری رفت اے آسماں
ہوں مجھ کو مبارک مری سجدہ کی پستیاں

مدت سے دل نے آہ چھپایا تھا رازِ آہ
اے آہ تو نے فاش کیا راز بے بیاں

انتر اسی دیراں میں ہے نسبت کا خزانہ
جس نے گرا دیں اپنی تمست کی بستیاں



بھاگت کی ہلکی

ہے بُری یہ گلی بڑھتی بے کلی اے سکھی میں چلی میری تو بہ بھلی
تو ہے گو من چلی مت دکھا کھلی سُن سی اے دل چلی بھاگت کی گلی
پھول مڑھانے پانڈنی ڈھل گئی اپنا انجام بھی کہ گئی حسرت کی
بے نشاں بے نشاں ہو گئے ہر نشاں قبر میں خاک چھانی مگر کیا ملی
رُس مہری آنکھ تھی زلعت کالی ملی ہاں بلا بھی مگر اس سے کالی ملی
میر دُنیا تے فانی میں ہر سو ملی بے کلی بے کلی بے کلی
میں تباؤں کہ دُنیا میں کیاشے ملی کوئی محبوں ملا کوئی لیلی ملی
ہاں مگر اہل دل ایسے خوشِ نخت ہیں جن لئے تیرے مجھے اڑھو ملی



زخمِ اُلفت سے جو قلب کھائل نہاں

زخمِ اُلفت سے جو قلب کھائل نہیں
اہل اُلفت کی جانب وہ مائل نہیں
بجر اُلفت کا کوئی کسارا کہاں
یہ سمندر ہے وہ جس کا ساحل نہیں
جانے کیا دوستو! لطف آہ و فغاں
درد اُلفت کا جو قلب حامل نہیں
صحبتِ شیخ سے جو بھی محروم ہے
بن کے رہبر بھی وہ شیخ کامل نہیں
اس کی منبر پہ تقریر بے کیف ہے
درد دل خاک میں جس کے شامل نہیں
جس کا دل اہل دل پر نہیں ہے فدا
اس کے سینے میں دل ہے مگر دل نہیں
سارے عالم میں اختر کی ہے یہ صدا
وہ کینہ ہے جو اُن کا ساحل نہیں



بتا تو قبر پر کیا ساتھ اجازت کا ارادہ

مری ہر سانس ہے اے دوستو! وقفِ غمِ جاناں
ہماری زلیست کا ہے بس یہی سب سے بڑا ساماں

غمِ دُنیا تے فانی میں جنھیں بے حد بڑی پایا
ہمیشہ ڈی پریشاں کی دوا کھاتے ہیں یہ شاداں

کوئی پاتا نہیں منزلِ بدونِ رہبرِ منزل
اگرچہ راہرو کر دے تلفِ کوشش میں اپنی جاں

گدائے حُسنِ فانی ترک کر اپنی حماقت کو
فدا ہو کر خدا پر دیکھ چھپرہ تو کیسی اپنی شاداں

ہمتیں اے اہلِ دُنیا ہم نے ہنستے بھی کبھی دیکھا
ہزاروں غم بھی پنہاں ہیں مگر زیرِ لب خنداں

خُدا سے ہو کے غافل تو ہے دُنیا پر جو گرویدہ
بتا تو قبر میں کیا ساتھ لے جائے گا اے ناداں



ہمیشہ حُسنِ فانی پر جنہیں مرتے ہوئے دیکھا
انہیں صحرائے غم میں ہم نے پایا آہ سرگرداں

مجھے تو ہر نفس میں اُن کی خوشبو ان سے ملتی ہے
اگرچہ اہل دل رکھتے ہیں اپنے درد کو پنہاں

ہمارا بوریہ رشکِ شہانِ ہفت عالم ہے
ہماری روح ان کے نام پر جب سے ہوئی قرباں

کبھی بھی مرشدِ صادق پہ جو مڑتا ہے اے اختر
یقیناً شوق سے پاتا ہے اک دن منزلِ جاناں



زوالِ حُسنِ مجنَّبِ ساز

اس طرحِ تشکیلیں بدل جاتی ہیں میرے
اور اگر پہچان میں آتی بھی ہیں میرے
پھر نہیں پہچان میں آتی ہیں میرے
پھر ذرا دل کو نہیں بھاتی ہیں میرے

(۱۹، رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ کو لکھی)



جس نے سر بخشا ہے اُس سے کشتی زیبائیں

اپنے خالق پر خدا ہو اور غیبِ اللہ کو چھوڑ
 دامنِ مُرشد پکڑ اور نفس کے رشتے کو توڑ
 خاک ہو جائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
 عارضی دلبر کی حنا طر راہِ پیغمبر نہ چھوڑ

جانے کب آجاتے رب سے تجھ کو سپینِ اجل
 راہِ گم کردہ نفس کو اُس کی گمراہی سے موڑ
 تو نے جو رب سے کیا تھا عہد و پیمانِ ازل
 نفسِ دشمن کی وجہ سے اس کو اے ظالم نہ توڑ

میں نے مانا ہے بہارِ عارضی تجھ کو لذیذ
 دائمی راحت کی حنا طر عارضی راحت کو چھوڑ

جس نے سر بخشا ہے اُس سے کشتی زیبائیں
 اُس درجہ جاناں پہ سر رکھ اور درِ بیت خانہ چھوڑ
 ہمتِ مردانہ اے ظالم تو کراہ اختیار
 راہِ سر بازی میں اپنی خوئے رُو باہی کو چھوڑ

دین جس کا ہے اُسی پر آسرا اختیار کرو
 کام جس کا ہے اُسی پر اپنی سبکدوشی کو چھوڑ



رہ عشق میں عقل کانٹا ہے کانٹا

جو گزری تری یاد میں زندگی ہے وہی زندگی بس مری زندگی ہے
 جو غفلت میں گزرے وہ کیا زندگی ہے وہ چہینا نہیں بلکہ شرمندگی ہے
 فنا یا دین تیری جو زندگی ہے اسی کے معتمد میں پائندگی ہے
 جو ہر سانس سنت کے تابع نہیں ہے خدا کی نہیں نفس کی بندگی ہے
 جو ہے کسبِ دنیا میں غافل خدا سے دنی زندگی ہے بُری زندگی ہے
 جو فرزاگی لائے اک دن تباہی وہ کس کام کی ہائے سوزناگی ہے
 رہ عشق میں عقل کانٹا ہے کانٹا جو ہے کام کی بس تو دیوانگی ہے
 ہو مطلوب جس عقل کی صرف دنیا سمجھ لو کہ اس عقل میں تیرگی ہے
 بنائیں وہ کیسے ترے دل کو مسکن ترے دل میں جب شکر کی گندگی ہے

نہ ہو جاتے جب تک کہ اتھر نہیں کا
 یہ کس کام کی اس کی وارفتگی ہے



میرا کوئی نہیں آتے سوا

میرا کوئی نہیں آہ تیرے سوا

اے خدا اے خدا اے خدا اے خدا

زندگی میری ہے تیرا ذکر و لغت

اور مری موت ہے تجھ سے تُوں میں جُدا

تیرے بن کیوں اندھیرا اندھیرا ہوا

میری دُنیا کا شمس و ستار کیا ہوا

بحرِ طُوفانِ غم ہے مخالف ہوا

میری کشتی کا ہے تو ہی بس نا خدا

تیری رحمت کا نور شید روشن ہوا

ہر سزا سے بری ہو گیا نام سزا

تیرے دریائے رحمت کا ہے آسرا

ورنہ اختر ہے اعمال سے بے نوا



دنِ تباہِ فرماں روا عالم سے

تباہ ہو کے جو دل تیرا محرمِ غم ہے
 اُسے پھر اپنی تباہی کے غم کا کیا غم ہے
 ہزار خونِ تمنا ہزار ہا غم سے
 دلِ تباہ میں فرماں روائے عالم ہے
 مجھے اس عالمِ صدرنگ بُوسے کیا مطلب
 مری حیات تو بس آپ ہی کا اک غم ہے
 خرد کے سامنے گر چہ ہیں صد ہزار عالم
 نگاہِ عشق میں تیرا ہی ایک عالم ہے
 جو آپ بخوش ہیں تو ہر صوبہ سار کا عالم
 وگرنہ سارا یہ عالم ہی عالمِ غم ہے
 جو خوش ہیں آپ تو عالم ہمارا عالم ہے
 نہیں تو اپنا بھی عالم تباہ و برہم ہے
 یہ پوچھتا ہے مرے دل میں اب ترا جلوہ
 کہاں ہے اور کدھر آرزو کا عالم ہے
 نظامِ ہوش کا اختر ہے اب خدا حافظ
 ہماری روح کہیں ماورا ئے عالم ہے



سیدنا کو حاجت بیان مندر

گو مرا وعدہ بیان نہیں
مجھ سے ملنا بھی کیا بیان نہیں
قلب تو ہے اگر زبان نہیں
آہ تو ہے اگر فغان نہیں
زخم تو ہے اگر نشان نہیں
عشق کو حاجت بیان نہیں
چشمِ تر جو کہ خونفشان نہیں
دردِ حبراں کی رازدان نہیں
میرے غم کی جو ترجمان نہیں
وہ زباں عشق کی زبان نہیں



نہیں مخصوص ہے اس کی تجلی طور سے

غرض اتنی ہے بس پیر منماں کے جام وینا سے
کہ ہم مالک کو اپنے دیکھ لیتے قلبِ مینا سے

وہ مالک ہے جہاں چاہے تجلی اپنی دکھلائے
نہیں مخصوص ہے اس کی تجلی طور سے

جو ناداں ہیں وہ اہل اللہ کی عظمت کو کیا جانیں
کوئی دیکھے مہتمم اہل دل کو چشمِ مینا سے

بہت روئیں گے کر کے یاد اہل سے کہہ مجھ کو
شرابِ دردِ دل پنی کر ہمارے جام وینا سے

خدا کے ذکر سے وہ کیفیت ہے ہر قلبِ عارف میں
کہ یہ بچتے نہیں دُنیا کے فانی جام وینا سے

یہ مانا کہ شِکست آرزو ہے تلخ تر خستہ
مگر اے دل خدا ملتا ہے بس خونِ تناسل سے

